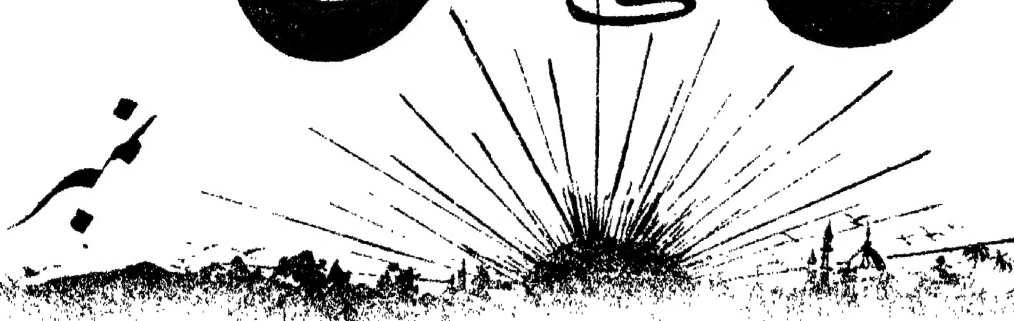


حیدرآباد

روزنامه

بر



مُدائِرین

علی اشرف

احمد عارف

قسم اول (۱۳)

ناطق اور خاموش کے اعلیٰ مرکز

رائل ٹاکیر (ریڈیو تیلی ویژن)

جس کو ماڈن تھیٹرزمیڈ کے تعلقات خصوصی حاصل ہیں

(او جہاں)

ہندوستان کے مشہور ترین اور مایا ناز ناطق فلم کمپنیوں کے بھارتیہ اخلاقی اور اصلاحی اردو شاہکار پیش کئے جاتے ہیں،

سکندر آباد کا بی بی پر خوشنما اور شاہی سنما

ریولی ٹاکیر

جنگی ظاہری شان و شوکت جہاں کہ قابل توجہ حسن و نظام اور جہاں سے بہترین پیش کش اور کم فلم ساز شہر میں اپنا نظیر نہیں رکھتے،

جس آباد کا بی بی پر خوشنما اور خوبصورت سنما گھر

وسیط سنما (عظیم باجی کاپی گورڈ)

جس کی شان کو

بے شمار برقی قوتوں کی جگہ کا بٹ اور خوبصورت چمن بندی اور دوبالا کر دیا ہے۔

اعلیٰ سامان آرائشی کی وجہ سے توجہ کا خاص مرکز بلکہ غریب ٹاکیر مونیوالا ہے۔

خاموش فلم کا بہترین مرکز

خاموش فلم کا بہترین مرکز

کرشنا پراپا اور (گلزار حوض)

خفگیہ ٹاکیر ہونے والا ہے

قسمت سنما

پیش کشی

فہرستِ سالین

تصاویر

(۱) حضور پر نور علی حضرت بندہ کاغالی (۲) علی حضرت نواب ناصر الدولہ بہادر
(۳) علی حضرت نواب میر محبوب علی خاں بہادر (۴) سرسار جنگ (۵) ہرنی فرزند (۶)
(۷) کرنل ڈیوڈسن (دزینٹ) (۸) نواب محمد الملک علی امام (۹) نواب حیدر آبادی (۱۰) کرنل حیدر

نمبر صفحہ

۲
۳
۴
۵
۱۰
۱۱
۱۵
۱۶
۱۹
۲۰
۲۶
۲۷
۳۲
۳۵
۳۷
۳۸
۳۹
۴۱
۴۵
۴۶

از ایڈیٹر
انتباس مکتوب علی حضرت بنام دایرے
از مولانا عبد اللہ عداوی
از مولوی ابوالاعلیٰ اودودی
از علی اشرف مدیر روزنامہ صبح دکن
از رابرٹ ناسٹ سابق مدیر آئینین (لندن)
از مولانا ظفر علی خاں مالک روزنامہ زمیندار
مکتوب کرنل لو (دزینٹ حیدر آباد)
از جناب بشیر حسن خاں جوش ملیح آبادی
از مولوی ابوالاعلیٰ
از کپٹن اعجاز علی شہرت
از مولوی ابوالاعلیٰ اودودی
از مولوی امام بیگ روتق
از مسٹر کرشنا سوامی مدیر اراج
از مولوی بدر الحسن صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی
از حضرت حکیم اسم آزاد انصاری
از مسٹر بھگت ریڈی
از مولوی غلام رسول ہیر ایڈیٹر روزنامہ انقلاب
از صاحبزادہ میر علیم الدین علی صاحب علم
از مولوی سید بسین الرحمن ایم۔ ایل بی (اکولہ برار)
از مسٹر گنڈے راؤ بی۔ اے۔ ایل بی ویل ٹیکورٹ

برادر ادرہم
برایوشی ذمہ دارانہ حکومت خلیفہ فرمان خسروی
نذر عید (نظم)
برادر کے تاریخی ادبیاتی حالات
استرداد برادر (نظم)
قبضہ برادر کی دلچسپ کہانی
برادر (نظم)
۱۸۵۳ء کا معاہدہ توفیق برادر
برادر سے خطاب (نظم)
لارڈ کرزن کا دومی پٹ
نوید مسرت (نظم)
علی حضرت کا مطالبہ استرداد برادر
نوید برادر (نظم)
علی حضرت برادر کے حقیقی مالک ہیں
مسئلہ برادر
استرداد برادر (نظم)
برادر کے مفروضہ شرائط پر ایک نظر
استرداد برادر کے خلاف پروچنڈا
حیدر آباد کا دل (نظم)
برادر کی آئینی حیثیت
قبضہ کنستینٹ ادر برادر

برادر اور

مفتاح

برادر کا درخیز خطہ حیدر آباد کے قبضہ سے ٹھکرا ایک عرصہ ہو گیا ' فوجی اخراجات کی کفالت کے بہانہ سے جب برادر کو حاصل کرنے کی کوشش کی گئی تو اس دقت بھی حیدر آباد کے تاجدار اس جبری مطالبہ سے انتہا درجہ ناخوش تھے لیکن ہندوستان کی مرکزی حکومت ملک گیری کے ہوس میں اس قد سخت ہو گئی تھی کہ اس نے حیدر آباد کے تمام احسانات کو نہ صرف بھلا دیا بلکہ اس کے بعض اچھے علاقوں کو کسی نہ کسی حیلہ سے واپس لے لینے کی کوشش کرنے لگی حکومت ہند کے ان ارادوں کے سامنے حیدر آباد بے بس تھا ' برادر اس کے قبضہ سے کل نہیں مگر استرداد کا مطالبہ برابر قائم رہا۔ سرسالا جنگ نے اپنے زمانہ میں جو آئینی جدوجہد فرمائی تھی اس کے بعد اس مسئلہ کے تعلق حیدر آباد بالکل خاموش نظر آتا ہے ' یہ طویل سکوت برطانوی حکومت اور حکومت ہند کی مسلسل بے انصافیوں اور ناروا طرز عمل کا نتیجہ تھا اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ برادر کا مسئلہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا ہے مگر حضور پور انحضرت بندہ کا خالی نے جب اس مسئلہ کو چھیڑا تو برادر اب حکومت پریشان سے ہو گئے نواب مرید الملک سرٹا رام انگلتان بھیجے گئے تاکہ حضرت اقدس دہلی کی نکالت کریں حیدر آباد کے اس مطالبہ کے جواب میں وائسرائے نے جس پالیسی کا اظہار فرمایا اس سے ہندوستان کے حلقوں میں ناخوشگوار اثرات پیدا ہوئے۔ تاجدار کو ان اور وائسرائے ہند کی اس مرامت پر ایک سرسری ڈالنے سے یہ صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ جن آئینی بنیادوں پر حضور پور نے اپنا مطالبہ آگے بڑھایا اسے حکومت کے نمائندے نے نہایت ہی غیر آئینی اور بے انصافی سے ختم کر دیا۔

گو اینٹر کالفرنس کے آغاز کے ساتھ ہی ریاستوں کی آئینہ جیت کا سوال زیر بحث آیا تو برادر کے مستقبل کے متعلق پھر جیگوشیاں ہونے لگیں مگر اب کی دفعہ برطانوی حکومت نے بحیدر آباد کے ساتھ غیر جانبدارانہ اور منصفانہ رویہ میں حیدر آباد کے مطالبہ کو سننے کی کوشش کی اور یقین کیا جاتا ہے کہ جب ہندوستان میں مزید گفت و شنید شروع ہوگی تو برادر کا مسئلہ حیدر آباد کے حق میں طے کر دیا جائے گا۔ ہم حکومت کے اس جہان کا غیر مقدم کرتے ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ کم از کم اب وہ انصاف کر کے حیدر آباد کے مطالبہ کو لود کرے تاکہ اس کے تعلق جو ناگوار خیالات پھیلے جا رہے ہیں وہ اس دور میں باقی نہ رہیں۔ سیاسی تفرقات کے اس دور میں جب برادر کے مستقبل کے تعین کا سوال پیدا ہوا ہے تو حکومت آصفیہ اور حکومت برطانیہ کے علاوہ ایک تیسرا فریق بھی پیدا ہو گیا ہے جو اس مسئلہ کے تفسیر میں خود کو خواہ مخواہ متحرک سمجھتا ہے۔ یہ فریق ثالث برادر اور برادر کے بعض ایسے افراد پر مشتمل ہے جو اس خطہ کے مفاد کو سمجھنے کی تو زیادہ پروا نہیں کرتے ان کی نکالت کا دعویٰ کرتا ہے استرداد برادر کی مخالفت میں اب تک جو دلائل و براہین پیش کیے جاتے ہیں ان کا مقصد صرف یہ رہا ہے کہ مملکت آصفیہ کے خلاف پروپیگنڈا کیا جائے ' ان دلائل کی رو میں اب تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے جبکہ مخالفت کی خاطر مخالفت کیجائے تو اس کا بجز اس کے کوئی علاج نہیں کہ مخالفین کو نظر انداز کر دیا جائے مگر پھر بھی یہاں چند باتیں عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

استرداد برادر کے مسئلے میں رائے عامہ کے استعجاب کا سوال پیدا کرنا ایک بے ہوشی ہے کیونکہ جب حیدر آباد کے تعلقات تاج سے ایسے ہوں تو اس پر عملی ہیں جو آزادی کے اس دور میں بھی نظر انداز نہیں کیے جاسکتے کسی کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ ایسے بے قلع مسائل کے بارے میں اپنی کوئی رائے دے ' برادر کے مسئلہ کی حقیقت یوں بھی مختلف ہے ' حکومت نے اسے پیٹ پر حاصل کیا تھا جسے اب وہ واپس کر رہی ہے۔ اس صورت میں رائے عامہ کا رجحان معلوم کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

برادریوں کے بعض نام نہاد خواہ جو استرداد کی نفی میں اٹھ رہے ہیں نہیں جانتے کہ اگر خدا نخواستہ برادر مملکت آصفیہ کو واپس نہ آوے تو وہ برادر اس سے زیادہ نقصان میں رہے گا۔ برطانوی حکومت کے نمائندوں کو یہ حق حاصل ہے کہ اس علاقہ کو جو دوامی چاہے برلا گیا ہے شہنشاہی حقوق کے تحت ایک الگ نظم و نسق کے تحت رکھیں گے اس کا یہ مطلب ہے کہ ہندوستان کو اصلاحات کی جدید سطح طے کرنے کے بعد بھی وہ خود مختاری سے محروم رہے گا حالانکہ اگر وہ حیدر آباد میں شریک ہو جائے تو اسے بہت زیادہ خود مختاری مل سکتی ہے جب صورت حال یہ ہے تو کیا نیاساب نہیں کہ برادر کے خواہ مخواہ حیدر آباد کے مطالبہ کی تائید کریں مگر اصل بات یہ ہے کہ مخالفین استرداد کے پیش نظر اس وقت برادر کے مفاد میں ہلکا اپنے مفاد میں اور اسی وجہ سے اس دردمندی اور ہوا خواہی کا اظہار ہو رہا ہے۔ برادر کے مستقبل کے متعلق برادر اور ان کے مخالفین کے درمیان اس قدر اختلاف ہے کہ اس مشورہ ضروری سے مطمئن ہو سکتے ہیں جو مسئلہ ۱۹۱۸ء میں شائع ہوا تھا ' جس میں برادر کی آئینہ جیت و منصفانہ طریقہ پر تعین کر دینی ہے اس مسئلہ میں مخالف جماعت کا یہ اعتراض بڑا دلچسپ ہے کہ حیدر آباد واجب خود ذمہ دارانہ طرز حکومت نہیں رکھتا تو وہ برادر کو ایسا دستور دینا کس طرح گوارا کرے گا۔

تاجدار کو ان کی جمہور نوادی اور حیدر آباد کی عالی حوصلگی کا اس سے زیادہ اندیشہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے ایک علاقہ کو جو اس کا زیر نگین ہو خود رت سے زیادہ خود مختاری عطا کرے ' مذہب و مذاک اپنے زیر استبداد علاقوں کی آبادی کو خود آزاد دھرتے ہوئے بھی معمولی قسم کی آزادی دینے تیار نہیں ہوتے مگر حیدر آباد خود پابند رہ کر اپنے ایک علاقہ کو خود مختار رکھنا پسند کرتا ہے۔ اگر اس کے اس پسندیدہ طرز عمل کو بھی شک و شبہ کی نظروں سے دیکھا جائے تو ہمیں مخالفین کی اس ہٹ دھرمی پر افسوس ہے۔

ہم حال اس پروپیگنڈے سے جو اس دقت میں بیانی والوں نے پھیلا رکھا ہے برادر کو کس طرح متاثر نہیں ہونا چاہیے کہ ان کی حمایت صرف خود غرضی کے تحت ہو رہی ہے ' برادر کے تعلق مملکت آصفیہ کے نمائندوں اور حکومت ہند کے نمائندوں میں جو گفت و شنید عرصہ قریب شروع ہونے والی ہے۔ امید ہے کہ سیاسی پرنسپل ہوگی۔ دعا ہے کہ برادر کا یہ علاقہ جس پر ہیں پورے حقوق حاصل ہیں ' انہیں مل جائے ' برادر انحضرت بندہ کا خالی خلد اللہ ملکہ و سلطنت کے زیر سایہ ترقی اور خوشحالی کی طرف قدم اٹھاتا رہے۔

علی اشرف

غیر متوال اس مسئلہ جبری

ہزار کز التیدہائی فس لغتدست چنرل آصف جاہ مظفر الملک والامملک نظام الملک نظام الدولہ
اعلحضرت میر عثمان عالمخان بہادر قاجار دولت آصفیہ



(سنہ ۱۸۸۰ء سے ۱۹۲۲ء تک ایک طویل سکوت کے بعد حضور، نور نے سنہ ۱۹۲۳ء میں) اسٹوڈیو دار
کا پرزور مطالبہ فرمایا اور اس سلسلہ میں گنت و شتم کی موجودہ تقی آپ ہی کی مساعی کا نتیجہ ہے

براریوں کی ذمہ دارانہ حکومت کے متعلق فرانسیسی

(پی)

حضور کن حضور پر نور علیہ السلام نے ۱۲۷۱ھ میں برار کے آئندہ دستور کے متعلق جو اعلان فرمایا تھا وہ حسبِ ل ہے۔
 میں اس لیے بے چین ہوں کہ میری برار کی رعایا اپنی مستوں کی صورت گری اپنے ہاتھوں میں لے لے
 اور اسی بنا پر میں استردادِ صوبہ کے بعد انھیں نظم و نسق صوبہ میں ایسے وسیع پیمانہ میں اشتراک
 عمل کی اجازت دینا چاہتا ہوں جو برطانوی ہند میں اس وقت کہیں کی رعایا کو حاصل
 نہیں ہے۔ اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اعلان کرتا ہوں کہ میں اپنے صوبہ کو واپس
 لینے میں کامیاب ہو جاؤں تو میں ”وثیقہ استرداد“ یا کسی اور ریاستی دستاویز میں جو
 کبھی جائے گی براریوں کو ایک ایسی ذمہ دار حکومت کے دستور کے عطا کئے جانے
 کے متعلق معین و نفاذ درج کروں گا جس کے رد سے ایک آئینی گورنر کے
 تحت جو میری جانب سے میرے نمائندے کی حیثیت سے مقرر ہو گا
 معاملات داخلہ اور نظم و نسق میں کامل انتظامی اختیارات کے
 لیے اقتدار عامہ مطلقہ حاصل ہو جائے گا۔ باستثناء ان
 معاملات کے جو حکومت برطانیہ اور میرے حکمرانوں
 سے متعلق ہوں؟

مکتوب شہانہ موسومہ لارڈ رینڈنگ

۲۵ اکتوبر ۱۹۲۳ء

نذریہ

از علامہ عبد اللہ عمادی رکن دارالترجمہ

عید است گل سعادیتِ نشأ || بر حضرت آصفِ سیلماں آشنا
 تا عیدِ دگر شمار را ہش باشد || مسلم تنِ و کھتِ دُکرنو و برا
 اورو ہلالِ عیدِ خورسند از تو || ایامِ صیامِ مینِ یابستد از تو
 میراث تو ہند تا بہ تو راں باشد || دہلی و دکن از تو سمرقستد از تو
 ایران بہ سیاستِ رضاخان نازد || کابل بہ توانائیِ افغان نازد
 گوئین کہ ناز می کند بر اسلام || اسلام بہ عثمان علی حسان نازد
 ای بندہ فرمان تو احسار برار || و کفیریہ و تہریان تو ابرار برار
 ایں کار برایت مبارک بادا || ایں کار برار خسلق در کار برار

صوبہ برار کے تاریخی جغرافیائی معاشی سیما کی حال

(راز)

مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مودوی

طوریہ یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ آج کل پائیں گھاٹ کا جو علاقہ انگریزی انتظام میں ہے اس کی آمدنی اس زمانہ میں کیا تھی۔

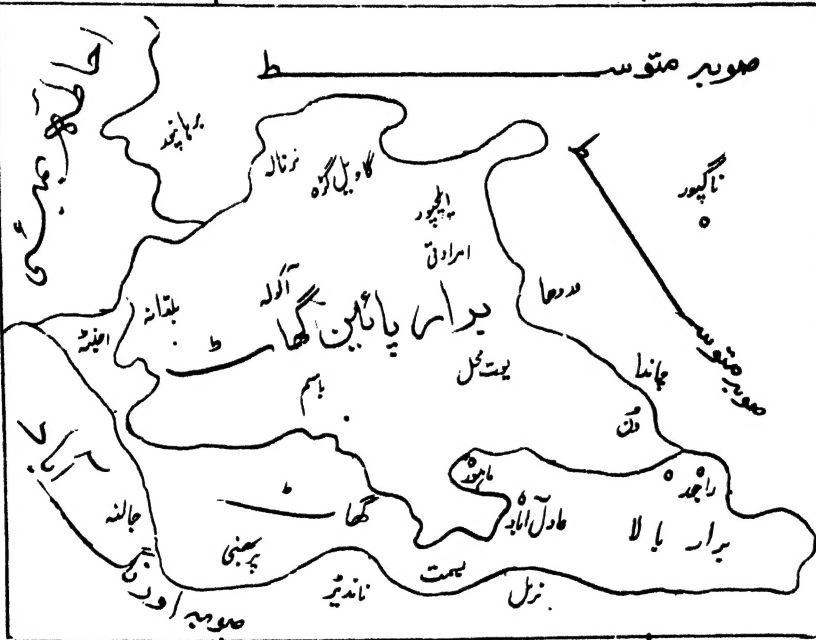
سلطنت مغلیہ کے آخری عہد اور آصفیہ دور کے مؤرخین کے بیانات سے جو کچھ اندازہ کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہے

کہ صوبہ برار کی تختیاں سو اکر دہرہ پیر لائے آمدنی میں سے پائیں گھاٹ کا حصہ ۵۰ لاکھ سے کم نہ تھا۔

آصفیہ عہد اور جب دکن میں اپنی منتقل ریاست قائم کی تو برار کے یہ دونوں حصے ان کے زیرِ حکم آ گئے لیکن اسی زمانہ میں برہمنوں کی ایک نئی ریاست ناگپور متی قائم ہوئی جو پھولسلا گھاٹان کے نام سے مشہور ہے اس ریاست نے جو حصہ وصل کرنے کے بہانے سے برار پائیں گھاٹ پر قبضہ کر کے بہت کچھ اپنا عمل دخل کر لیا اور نصف سے زیادہ آمدنی کی مالک بن گئی۔ نواب میر نظام علیا نے اپنے ابتدائی عہد میں پائیں گھاٹ کے ان علاقوں کو برہمنوں کے تسلط سے نکالنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ پچاس ساٹھ برس تک یہ کیفیت رہی کہ پائیں گھاٹ پر برائے تمام

سلطنت مغلیہ کے مقبوضات میں شامل ہو گیا۔
مغلوں کی سلطنت میں بالا
مغلوں کا عہد گھاٹ اور پائیں گھاٹ
مغلوں ایک صوبہ دار کے
نقشہ برار بالا گھاٹ و برار پائیں گھاٹ

وسط مند کا وہ وسیع علاقہ جو زبدا سے گو داوری اور گونڈوانہ سے اجنت کے پھاڑوں تک پھیلا ہوا ہے قدیم زمانہ میں دور بھاگتا تھا۔ اور اب برار کے نام سے موسوم ہے اس سرزمین کو سہیا دری پرست نے (جو کوہستان اجنت کے نام سے مشہور ہے) دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے شمالی حصہ برار پائیں گھاٹ کہلاتا ہے اور جنوبی حصہ برار بالا گھاٹ یعنی سلطنت میں یہ دونوں علاقے ایک ہی طرفدار صوبہ دار کے زیرِ حکم تھے۔ خواجہ محمود گاکان نے اپنے عہد وزارت میں اس کو دو صوبوں میں تقسیم کر دیا جن میں سے ایک کا دارالحکومت گادیل گڑھ تھا اور دوسرے کا ماہور لیکن یہ تقسیم چند سال سے زیادہ مدت تک باقی نہ رہی خواجہ محمود گاکان کے قتل کے



اقتت تھے اور دودھ گاکانہ تسمتوں میں تقسیم کر دئے گئے تھے بالا گھاٹ کی سمت پانچ سرکاروں (ضلع) اور پائیں گھاٹ کی سمت سات سرکاروں پر مشتمل تھی۔ لیکن یہ تقسیم اتنی واضح نہ تھی جتنی آج کل ہے۔ بالا گھاٹ کے بہت سے محلات (تعلقے) پائیں گھاٹ میں شامل تھے اور پائیں گھاٹ کے بہت سے محلات بالا گھاٹ کی سرکاروں میں آ گئے تھے۔ تعلق

بعد جب سلطنت ہمنیہ پارہ پارہ ہوئی تو برار پائیں گھاٹ کے علاقہ میں ایک مستقل ریاست عماد شاہیہ کے نام سے قائم ہو گئی جس نے برار بالا گھاٹ کو بھی اپنے حدود و اقتدار میں داخل کر لیا۔ پہلے ایک برار ایک خود مختار علاقہ رہا اس کے بعد احمد نگر کی نظام شاہی ریاست نے اس کو فتح کیا۔ مگر مہاراجہ اس کو مغلوں کے لیے یہ علاقہ خالی کرنا پڑا، اور سولہویں صدی عیسوی کے اواخر میں پوراصوبہ برار

دولت آصفیہ کا قبضہ تھا اور عمل مرہٹے سلطان

۱۸۳۰ء میں انگریزی حکومت اور

دولت آصفیہ نے بالاتفاق مرہٹوں سے جنگ

کر کے ان کو شکست دی اور مفتوحہ علاقوں کو آپس

میں تقسیم کر لیا۔ اس تقسیم میں برابر پانچ گھاٹ

مکمل طور پر دولت آصفیہ کے زیرِ تصرف آگیا اور

اس علاقہ پر مرہٹوں کا عمل دخل باقی نہ رہا۔

لیکن ایک طرف تو اس کی دہلی ایسی حالت میں

ہوئی تھی کہ مرہٹے اس کو بری طرح پامال کر چکے

تھے، دوسری طرف خود دولت آصفیہ کی انتظامی

حالت اس زمانہ میں کافی خراب ہو چکی تھی۔ اور

اس کے بعد مسلسل پچاس برس تک ایسی خراب رہی

کہ شاید ہی کسی حکومت کی حالت اس سے زیادہ

خراب ہو سکتی ہو۔ اس لیے برابر پانچ گھاٹ

کی قدرتی دولت و ثروت بجائے اس کے کہ

اس ریاست کے لیے غایہ مند ہوئی۔ الٹی

اور بوجہ نقصان ہو گئی

یہاں اس

دردناک تاریخ

کے دہرانے کا

موقع نہیں ہے جو نواب میر نظام علی خاں کی وفات

سے لیکر نواب ناصر الدولہ کے آخری عہد تک

کے حالات سے تعلق رکھتی ہے۔ مختصر یہ کہ اس

زمانہ میں روز افزوں بد تعلیمی کی بدولت اس

وسیع سلطنت کی آمدنی گھٹتے گھٹتے ایک کروڑ

۳۲ لاکھ تک پہنچ گئی تھی اور خرچ و پڑاہ کر دے

روپیہ سالانہ سے کم نہ تھا۔ اس طرح سالہا سال

تک ریاست پچیس ملین لاکھ روپیہ سالانہ کا خسارہ

برداشت کرتی رہی اور اس خسارہ کی تلافی

کے لیے قرض لے لے کر زمینیں بھلائی میں دیتی

رہی۔ منجملہ ان مصارف کے جن کا بار اس ریاست

کی کمر توڑے دے رہا تھا۔ ایک بہت بڑا معرفت

کنٹینٹ کا تھا۔ یہ فوج نظام کے ملک میں انچی

اجازت کے بغیر ان کی مرضی کے خلاف اور

معاہدات کے الفاظ اور ان کے منشاء سے تجاوز

کر کے رکھی گئی تھی۔ اس کے اختتام میں نظام کی

حکومت کا ذرہ برابر بھی دخل نہ تھا۔ وہ اپنے

اختیار سے ایک سپاہی کو بھی حرکت دینے کی

مجاز نہ تھی۔ اس کا کام صرف یہ تھا کہ تقریباً

۳۶ لاکھ روپیہ سالانہ اس کے مصارف کے لیے

ادارے اور جب کسی سرکش زمیندار یا باغی بھائی

خلاف اس کو فوج کشی کی ضرورت ہو تو خود اپنی

ملازم فوج کی خدمات حاصل کرنے کے لیے

برطانوی رزیدنٹ کے سامنے درخواست پیش

کرے جسے قبول یا رد کر دینا رزیدنٹ کی اختیار

بات تھی حالانکہ ایسی ہی ضرورت کے موقع پر

انگریزی حکومت سے اس قسم کی فوجی امداد

حاصل کرنے کا حق معاہدات کی رو سے

نظام کو پہلے ہی حاصل تھا اور اس کی حق کی

قیمت وہ پہلے ہی ۶۳ لاکھ روپیہ سالانہ کے

امضاع دیکر خرید چکے تھے۔

بہر حال اس فوج کے مصارف جب تک

قرض دام کر کے دے جا سکتے تھے دے گئے

پھر ذمہ داری یہاں تک پہنچی کہ سرکار کو قرض ملنا

بھی مشکل ہو گیا۔ اور کنٹینٹ کی تنخواہیں بقایا

میں رہنے لگیں۔ لیکن حکومت ہند کو اس کا

بڑا خیال تھا کہ اس فوج کی تنخواہیں ہمیشہ

بروقت ادا ہوتی رہیں، لہذا اس سے

رزیدنٹ کو ہدایت کی کہ جب نظام کی حکومت

سے روپیہ وصول نہ ہو تو رزیدنسی کے خزانہ

سے کنٹینٹ کی تنخواہیں ادا کی جائیں۔ اور اس

رقم کو نظام کے حساب میں قرض کے طور پر

لکھ لیا جائے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حکومت

ہند کو اس کا بھی احساس تھا کہ اس طرح

زیادہ مدت تک کام نہیں چلایا جا سکتا لہذا

اس کو یہ بھی فکر تھی کہ کنٹینٹ کے مصارف کا

مستقل انتظام کرنے کے لیے نظام سے چند

اضلاع لے لیے جائیں۔ جہاں تک میں معلوم

ہے یہ خیال سب سے پہلے لارڈ آک لینڈ کو

آیا تھا جس نے ۱۸۳۳ء میں حیدرآباد کے

رزیدنٹ کرنل اسٹوائٹ کو ہدایت کی تھی

کہ حیدرآباد کے معاملات میں سب سے زیادہ

اہم کنٹینٹ کے بقایا اور اس کی تنخواہوں

کے باضابطہ اجرا کا معاملہ ہے اس غرض کے

لیے کوئی ایسا مناسب موقع تلاش کرنا چاہیے

کہ نظام سے مستقل طور پر چند اضلاع حاصل

کئے جا سکیں۔ اتفاق کی بات ہے کہ کئی سال

تک ایسا موقع نہ تھا کہ اس کا مسئلہ اٹھایا

میں ہمارا حیدرآباد کے لیے خودیہ درخواست

کی کہ برطانوی حکومت سرکار نظام کو ۷ لاکھ

روپیہ قرض دے اور اس کے عوض ۴ لاکھ ۵ ہزار

روپیہ سالانہ کی آمدنی کا علاقہ برابر بیڑیا پور

کے اضلاع میں سے لے لے۔ مگر اس زمانہ میں جنرل

فرزیر اور مہاراجہ کے تعلقات خراب تھے۔ نیز

سائرس جارا لاکھ کا علاقہ ان اہم افرامن کے لیے

کافی نہ تھا۔ جو برطانوی حکومت کے پیش نظر تھیں

اس لیے یہ معاملہ طے نہ ہو سکا۔ بہر حال ۱۸۴۰ء

میں جس کا انتظار تھا آک لینڈ، ایلن برو اور

بارڈنگ میں سے کسی کو حاصل نہ ہو سکا۔

تفویض کیلئے برار کا انتخاب

کن وجہ سے ہوا۔

آخرا لارڈ

ڈوموری گورنر

جنرل ہوکر آیا

اور اس نے

ادارے کے ساتھ

ساتھ حیدرآباد کے معاملات کی طرف بھی خاص طور پر

توجہ کی اس کے زمانہ میں جب نظام کے ذمہ برائش

گورنمنٹ کا تقریباً ۶۰ لاکھ روپیہ واجب الادا

ہو گیا تو اس نے اس قرض کی بازیافت اور

کنٹینٹ کے مصارف کے لیے نظام سے ان کے

ملک کا کچھ حصہ لے لینے کا طے فیصلہ کر لیا۔

اور رزیدنٹ کو ہدایت کی کہ اس قرض کے لیے

چند اضلاع کا انتخاب کرے۔ اس پر ۱۹ دسمبر

۱۸۴۱ء کے خط میں جنرل فرزیر نے اسکو لکھا کہ

”برار پانچ گھاٹ تجارتی اور زرعی دولت

حیثیات سے نظام کی حکمت کا سب سے

زیادہ زرخیز اور نفع بخش حصہ ہے اور

میں نے کبھی نہیں سنا کہ اس کی مالگاری

کے وصول کرنے میں کوئی دقت پیش

آئی ہو۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ روٹی

کی پیداوار کے لحاظ سے سندھوستان

کا کوئی قطعہ اس پر تنفق نہیں رکھتا اور

اگر یہ علاقہ ہمارے انتظام میں آجائے

تو اس چیز کی پیداوار اور برادری اس سے

زیادہ ہو جائے گی جتنی اب تک رہی ہے“

اس کے بعد ۱۸۴۱ء میں فرزیر نے زیادہ نیچے

کے ساتھ اس مسئلہ پر غور کیا اور پوری تحقیق کے

بعد یہ تجویز پیش کی کہ ۳۵ لاکھ سالانہ کی آمدنی کا

یقین کرنے کے لیے نہ صرف برابر پانچ گھاٹ کا

لے لینا ضروری ہے بلکہ اورنگ آباد، پٹن، بیڑ

برٹیڈ، نلدرگ، گلبرگ، راجپور، گنڈاپور، آدنی، گودری

کے علاقے بھی لینے چاہئیں۔ جو دولت آصفیہ کے

تمام شمالی اور مغربی اضلاع پر مشتمل ہیں۔ اس سے متعلق

۳ فروری ۱۸۴۱ء کے خط میں فرزیر نے لکھا کہ:-

جہاں ایک جغرافیائی موقع کا تعلق ہے میں میں سمجھتا کہ اس سے بہتر کسی اور علاقے کا انتخاب کیا جاسکتا ہے۔۔۔۔۔ برابر پائیں گھاٹ بلا استثناء نظام کی مملکت کا سب سے زرخیز اور مالدار حصہ ہے اور دقاہ راجہ کا مہر اس معاملہ میں برائے بعد دوسرا ہے اگر رمی اور انڈین کی پیداوار کو ترقی دیکھائے تو یہ دونوں علاقے مالگہ اری اور پٹی کی آمدنی کے لحاظ سے بہت کچھ ترقی کر سکتے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی فریزر نے کپٹن میڈوز کی بھی ایک اہم رپورٹ حکومت میں بھیجی جس میں اس مسئلہ خاص خاص پہلوؤں پر روشنی ڈالی تھی مگر اس رپورٹ کے چند فقرے یہاں نقل کئے جائیں تو یقیناً خالی از حسی نہ ہوں گے۔

نظام سے کسی علاقے کا مطالبہ کرتے وقت میں اس امر کا لحاظ کرنا ضروری بلکہ ناگزیر سمجھتا ہوں کہ مطالبہ ایسے ہی علاقوں کا کیا جائے جو باسانی انگریزی صدیوں میں ضم ہو سکے ہوں۔ کیونکہ یہ خیال کرنا ممکن نہیں ہے کہ جب نظام کی حکومت اپنے پورے علاقوں پر قابض رہنے کے باوجود اپنے خارجی اور داخلی واجبات ادا کرنے پر قادر نہ ہو سکی تو اپنے کسی علاقے کو برقی گورنمنٹ کے پاس مکمل کرنے یا کسی علاقے پر برقی گورنمنٹ کے قابض ہوجانے کے بعد وہ آئندہ بھی اس کو چھڑانے کا میاں پڑو سکے گی۔۔۔۔۔

ان وجوہ سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ نظام آئندہ بھی اس علاقہ کو واکراشت کرتے کے قابل نہ ہو سکیں گے جو برقی گورنمنٹ کے لئے کی خواہ دکھاوے کے لیے یہ انتظام محض "علاقہ تعویض" ہی کیونکہ جو سیاسی اسباب کی بنا پر چاہے اس قسم کی تعویض کو فی الحال عارضی تعویض ہی کے نام سے موسوم کر دیا جائے مگر غلبہ ہے کہ یہ آخر کا دوامی ثابت ہوگی لہذا ابتدائی سے تعویض کے معاملہ کو اس روشنی میں دیکھنا چاہیے علاوہ برقی نظام کے کسی علاقہ کو عارضی طور پر اپنے قبضہ یا انتظام میں لینا میرے نزدیک اس لیے بھی مناسب نہیں ہے کہ اگر کوئی ملک نئے قوانین و منوابط کا اجرا موقوف بھی رکھا جائے تب بھی ہمارے انتظام کا

طریقہ نظام کے عہدہ داروں کے طریقہ سے بہت کچھ مختلف ہے۔ جب کسی علاقہ کی رعایا ایک زمانہ تک اس طریق انتظام کے زیر اثر رہ جائے گی تو اس علاقہ کی واپسی کے وقت وہ اس قابل نہ رہی کہ پرانے طریقہ کے اقتدار میں جاسکے۔ اس قسم کی بہت سی سیاسی اور معاشی مصلحت ظاہر کرنے کے بعد سچین میل نے ہی انہیں علاقوں کو نظام سے لے لینے کا مشورہ دیا جس کے لینے کی تجویز جنرل فریزر نے پیش کی تھی۔ لارڈ ریلوے نے بھی اس تجویز کو پسند کیا۔ لیکن بدیں اور گلاڈسٹون نے اسے رد کر دیا۔ اس سے عاجز کر دیا گیا اور صرف برابر پائیں گھاٹ، دہارسیو (شمال آباد) اور راجہ راجہ کا مطالبہ کیا گیا۔ ذاب نامہ الدولہ بہادر اپنی سلطنت کے اتنے بڑے علاقوں کو چھوڑنے پر کسی طرح راضی نہ تھے۔ انہوں نے "قرض" کو ادا کرنے اور اس مصیبت سے بچنے کی انتہائی کوشش کی مگر آخر کار ۱۸۵۹ء میں انہیں ایک معاہدہ کے ذریعہ سے مذکورہ بالا اضلاع کو بطور امانی حکومت ہند کے انتظام میں دینا پڑا۔ اس تفویض کے سات برس بعد راجہ اور دہارسیو نظام کو واپس دے دئے گئے۔ اور صرف برابر پائیں گھاٹ کے اضلاع انگریزی تقریر میں رہ گئے۔

تفویض کے بعد پچاس سال تک یہ محکمہ سیاست کے ماتحت حیدرآباد کے ریڈنٹ کے انتظام میں رہا۔ اور اس کی آمدنی نہایت دریا دلی کے ساتھ خرچ کی جاتی رہی۔ اس کے بعد ۱۸۵۹ء میں لارڈ کرزن نے ذاب محبوب علی خاں مرحوم کو یہ یقین دلا کر کہ "امانت" واپس کرنے کے لیے نہیں لی گئی ہے اسے دوامی پیشہ پر دینے کے لیے راضی کر لیا۔ جدید معاہدہ کی رو سے برقی گورنمنٹ نے برابر پر نظام کے شاہی حقوق تسلیم کرنے سے اس امر کا اختیار حاصل کر لیا کہ اس علاقہ کا جس طرح چاہے انتظام کرے اور اس کی آمدنی میں سے بلا اس محاذ کے کہ اس میں کس قدر بچت ہے صرف ۲۵ لاکھ روپیہ سالانہ دیتی رہے اس کے دو سال بعد برابر کا علاقہ انتظامی حیثیت سے صوبہ متوسط کے ساتھ منضم کر دیا گیا۔

معاشی حالات

برابر پائیں گھاٹ کا یہ علاقہ چار اضلاع پر مشتمل ہے جن کا مجموعی رقبہ ۱۷۷۶۰

فربل میل ہے۔ نیچے بلجیم سے ۷ ہزار اور دہارک سے ۱۳ سو مربع میل زیادہ۔ آبادی ۳۰ لاکھ سے کچھ زیادہ ہے یہاں کی کالی زمین ہندوستان کی نہایت زرخیز زمینوں میں سے ہے اور ہیشیہ سے اپنی اس خصوصیت کی بنا پر مشہور رہی ہے پیداوار میں بڑا حصہ روٹی کا ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس نے اس علاقے کو برقی گورنمنٹ کی نگاہوں میں سوا دان کی طرح عزیز و مرغوب بنا دیا ہے۔ تمام ہندوستان میں جس قدر رقبہ پر روٹی کی کاشت ہوتی ہے اس کا تقریباً چوتھا حصہ صرف برابر میں واقع ہے اس کے علاوہ گیموں جوار اور تل کی پیداوار بھی کثرت سے ہوتی ہے۔ معاملہ میں سے لوہا اور کونڈ جو عہد جدید میں صنعت کی جان ہے برابر کی سرزمین میں بہ مقدار کثیر وجود ہے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ صرف صنعتی یوت محلی سرزمین اپنے اندر دو ارب تن سے زیادہ کوئلہ چھپائے ہوئے ہے اس قدر ترقی ثروت کے ساتھ انسانی عقل و ذہانت اور انتظامی قابلیت جتنی زیادہ استعمال کی جائے اتنے ہی زیادہ فوائد و منافع حاصل کئے جاسکتے ہیں جس زمانہ میں اس قابلیت کا استعمال بہ مندرجہ بالا تھا اس وقت اس علاقہ کی آمدنی ۵۳ لاکھ سے زیادہ نہ تھی انگریزی انتظام میں آنے کے بعد اس تیزی سے ترقی ہوئی شروع ہوئی یہاں تک کہ اب وہی علاقہ ڈھائی کروڑ روپیہ سالانہ سے زیادہ آمدنی دے رہا ہے

برار کی مالی مشکلات

جس طرح حیدرآباد سے برابر کی ملحدگی حیدرآباد کے ساتھ ایک نا انصافی ہے اسی طرح صوبہ متوسط سے اس کا انتظام اہل برار کے ساتھ بھی کچھ نا انصافی نہیں ہے صوبہ متوسط رقبہ اور آبادی دونوں میں برابر سے کئی گنا زیادہ بڑا ہے۔ مگر آمدنی میں برابر سے کچھ زیادہ نہیں ہے۔ بلکہ اگر تناسب کے لحاظ سے دیکھا جائے تو برابر اس سے بہت بڑا ہوا ہے صوبہ متوسط اپنے ۸۲ ہزار مربع میل رقبہ اور ایک کروڑ دس لاکھ کی آبادی سے جو ۸۸ منٹوں پر پھیلی ہوئی ہے ساڑھے تین کروڑ سے زیادہ آمدنی نہیں دیتا برقی اس کے برابر اپنے ۲ منٹوں سے جن کا رقبہ

۱۷ ہزار اور کھادی ۲۰ لاکھ سے کچھ ہی زیادہ ہے۔
 ڈھائی کروڑ سے زیادہ آدمی دیتا ہے اگر کسی کی
 آمد و خرچ کا عمدہ حساب کیا جائے تو یقیناً اس
 میں خسارہ پایا جائے گا۔ کیونکہ اس کی انجی آمدنی
 ایک باقاعدہ گورنری کے مصارف برداشت
 کرنے کے قابل نہیں ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ
 با اینہم دست اس کو انعام برار سے پہلے گورنر
 کیا سنی لفٹننٹ گورنر کے ماتحت بھی نہیں رکھا گیا
 تھا۔ بخلاف اس کے برار کے داخل و خارج
 کا حساب کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ۹۰
 لاکھ سے ایک کروڑ روپے تک کی سالانہ بچت
 چھٹی ہے اس بچت کا ایک ٹرا حصہ اس کا نکال
 ہمایہ کہا جاتا ہے۔ وہ دولت مند نہیں ہے
 مگر تن و خوش کے بل پر خفت اجنبہ براری کو
 غلبہ کر لینا ہے اور اس کی گاڑی کمائی میں
 برابر کا شریک بن جاتا ہے اندازہ کیا گیا ہے
 کہ صرف پندرہ سال کی مدت میں برار کا تقریباً
 ساڑھے تین کروڑ روپے صوبہ متوسط پر اس طرح
 خرچ کر دیا گیا کہ اصل برار کو اس میں سے ایک پیہ
 بھی نہ ملا۔ براریوں کے پاس اپنے آپ کو اس
 خدمت بروئے بچالے کی کوئی سبیل نہیں۔ کیونکہ
 انہی حیثیت سے وہ سی پی کے مقابل میں قریب
 قریب بے بس ہیں۔ کونسل میں صوبہ متوسط کے
 ۵۳ اراکان ہیں اور ان کے مقابل میں برار کے
 صرف ۱۷۔ اتنی بڑی اکثریت کے مقابل میں اتنی
 مجبوری اقلیت اپنے مفاد کی جیسی کچھ مخالفت کر سکتی
 ہے ظاہر ہے۔

یہ دہلے الصافی ہے جس کی شکایت گزشتہ
 تین سال میں بارہا اہل برار کی جانب سے کی جا چکی
 ہے۔ چنانچہ حال ہی میں برار کے ایک مشہور ہندو
 لیڈر مشر دیکھ نے جو براؤن شیلڈ پارٹی کے
 صدر ہیں اور ایک زمانہ میں صوبہ متوسط کے وزیر
 بھی رہ چکے ہیں لکھا ہے کہ۔
 برار اور صوبہ متوسط کے درمیان پہلی
 رابطہ جب سے برقرار رکھنے کی صورتیہ متوسط
 کو بہت فکر ہے۔ نیز کہ برار روپیہ دیتا ہے
 اور صوبہ متوسط دل کھول کر اثر اتاہے
 برار کے پر نچے جاتے ہیں اور صوبہ متوسط
 کا کھولنا ان سے تیار ہوتا ہے۔۔۔۔۔
 سن ۱۹۱۷ء کی حالت کے مقابلہ
 میں اس وقت برار میں جو کچھ ترقی نظر

آ رہی ہے وہ سی پی کے ساتھ انعام کی
 وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کے باوجود
 ہے کہ سی پی کا حلقہ گرانبار اس کے غلے
 میں بند پا چکا ہے برار کی آمدنی جو ۱۸۵۲ء
 میں ۲۷ لاکھ ۶۰ ہزار تھی اور ۱۹۰۱ء
 میں ایک کروڑ ۲۲ لاکھ ۲۲ ہزار تھی
 اب اس قدر بڑھ گئی ہے کہ ۱۹۱۷ء
 اور ۱۹۱۸ء کے درمیان ۲۶ کروڑ ۵۲ لاکھ
 ۱۷ ہزار سالانہ کا اوسط رہا ہے آخری
 سال معمولی سال نہیں ہیں بلکہ اس زمانہ
 میں برار کی آمدنی مائل بہ انحطاط تھی
 برار کی بچت جو ۱۹۱۷ء میں صرف
 آٹھ لاکھ تھی ۱۹۱۸ء اور ۱۹۱۹ء
 کے درمیان اوسطاً ۹۲ یا ۹۳ لاکھ
 رہی ہے جس میں ۲۵ لاکھ کی وہ رقم ہی
 شامل ہے جو پتہ کے معاون میں ہر سال
 نظام کو دی جاتی ہے۔

سیاسی مشکلات
 اسی سلسلہ میں سی
 پی کے ایک نمونہ
 نکار کو جواب دیتے
 ہوئے مٹر دیکھ لکھتے ہیں۔

وہ لسانی آمدنی اور سیاسی روابط
 جن کے سی پی سے براہی علمدگی کی
 بدولت ٹوٹ جانے کا معنی نگار کو
 خوف ہے حقیقت میں موجود ہی نہیں
 ہیں اور اگر ہیں ہی تو صرف سی پی
 کے مرشد اڑی حصہ کی حد تک ہیں۔ لسانی
 حیثیت سے سی پی کا ٹرا حصہ ہندی
 بولنے والی آبادی پر مشتمل ہے۔ تہذیب
 کے اعتبار سے سی پی اور برار کی وحدت
 انہی نمونوں میں وحدت کہی جاسکتی ہے
 جن میں سارا ہندوستان ایک ہے اور
 سیاسی حیثیت سے برار نہ سی پی
 کا ایک جزو رہا ہے نہ اب ہے نہ ہو سکتا
 ہے۔ وہ کسی بی کالغرضانہ برداشت
 کرنے کے لیے اس کے ساتھ ہے اور
 ہیشہ وہ ایسا ہی محسوس کرنے پر مجبور
 کیا گیا ہے۔

ان آخری فقرہ میں مٹر دیکھ نے جو کچھ کہا
 ہے، وہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے برار
 اور سی پی کے درمیان کوئی خیر جامع نہیں ہے

سی پی کے ۱۲ ضلع ہندی بولنے والے ہیں اور
 صرف چار ضلع مرچی بولنے والی آبادی پر مشتمل ہیں
 بخلاف اس کے برار کی عام زبان مرچی ہے سی
 پی کی تہذیب اور برار کی تہذیب میں وہی فرق
 ہے جو ہندی بولنے والی قوموں اور مرچی بولنے
 والی قوموں میں ہے۔ ناگزیری کے طریقے ہندی
 اور لکان کے اصول اور عام نظم و نسق میں سی پی
 اور برار کے درمیان کوئی مناسبت نہیں ہے۔
 ان تمام اعتبارات سے برار اپنی گھٹا متعلق
 اگر کسی غلطی کے ساتھ ہو سکتا ہے تو وہ برار بالاکھا
 ہی ہے جس کے ساتھ کئی سو برس تک وہ سر یک
 رہا ہے۔ سی پی جیسے بے جوڑ علاقے کے ساتھ متعلق
 رہ کر اہل برار نے لیے زندگی کے کسی شعبہ میں کبھی
 ترقی کرنا ممکن نہیں ہے۔

آئینی مشکلات
 کہا جاسکتا ہے کہ یہ مشکلات
 تو ایسی ہیں جو برار کو صوبہ

متوسط سے الگ کر کے ایک مستقل صوبہ بنا کر بعد
 کی جاسکتی ہیں لیکن اگر اس مسئلہ کے آئینی پہلو پر
 نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو گا کہ کسی مفاد اور قانون
 کی رو سے ایسا نہیں کیا جاسکتا۔ ۱۹۱۷ء کے
 معاہدہ کو جائز اور صحیح تسلیم کر لینے کے بعد یہ یلیر
 بالکل ظاہر اور مسئلہ ہے کہ اس معاہدہ میں برار
 کے دھلائے برٹش گورنمنٹ کو ملکیت میں نہیں بلکہ
 پتہ پر دے گئے ہیں پتہ پر دینے کے معنی ملکیت
 میں دینے کے نہیں ہیں۔ بلکہ قانونی اصطلاح میں
 پتہ کے معنی صرف مفید کے ہیں۔ پتہ دار زمین پر قبضہ
 کا حق رکھتا ہے۔ مگر وہ اس کا مالک نہیں ہے بلکہ
 درحقیقت پتہ پر دینے والا ہی ہے کہ اس نے
 قبضہ دوسرے کو منتقل کر دیا ہے مسئلہ ۱۷ء کے
 معاہدہ میں یہ پوزیشن تسلیم کرنے کو اس امر کی تقریباً
 کی گئی تھی کہ برار پر شاہی حقوق بدستور قائم
 رہیں گے اس بنا پر یہی گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ
 کا اطلاق برار پر نہیں ہو سکتا۔ نہ برطانوی ہند کے
 تو انہی کا اجراء برار پر اس طرح ہو سکتا ہے جس
 طرح وہ برطانوی ملکیت کے انتظام پر ہوتا ہے
 بلکہ اس کے لیے فارن جو رسٹ کشن ایکٹ کے
 ماتحت گورنر جنرل بالکل کونٹرول و کنٹرول اختیارات
 دے رکھے گئے ہیں جن کے ذریعہ سے وہ برار پر
 برطانوی ہند کے قوانین کا اجراء کرتا ہے ۱۷ء
 کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی رو سے ہندوستان
 میں جو مملعات نافذ ہوئی ہیں ان سے قانوناً

اہل برار کو کوئی فائدہ نہیں ہوا اسلئے اہل برار کو
آئینی حیثیت سے حکومت کی فہم داری میں کوئی
حصہ ملا برار کے باشندے جن لوگوں کو انتخابات
میں اپنا نامیدہ منتخب کرتے ہیں وہ اس وقت تک
سی بی کوئٹل یا سیمبلیو اسپل یا کوئٹل آف
اسٹیٹ میں قدم نہیں رکھ سکتے جب تک گورنر جنرل
قانونی طور پر ان کو نامزد کر کے اہل برار کی نمائندگی
کرنے کا محاذ نہ کر دیں۔ اسی طرح سی بی کوئٹل
میں جتنے قوانین پاس ہوتے ہیں وہ بھی صرف
سی بی کے لیے ہیں۔ برار پر ان کا نفاذ اس وقت
تک نہیں ہو سکتا جب تک گورنر جنرل باجلاس
کونسل، فائنل جو رٹیشن آرڈر کے مطابق ان
کے نفاذ کی منظوری نہ صادر کر دیں۔ سی بی کوئٹل
میں جو برار سیمبلیو کمیٹی مقرر کی گئی ہے وہ بھی
بعض ایک مشورہ دینے والی جماعت ہے اس کا
کام صرف یہ ہے کہ گورنر جنرل باجلاس کوئٹل
کی طرف سے جو معاملات اس کے سامنے پیش
کئے جائیں ان پر غور کرے اور اچھے رائے سے
بواسطہ حکومت صوبہ گورنر جنرل باجلاس کوئٹل
کو مطلع کرے۔ اس معاملہ میں صوبہ کی حکومت
صرف ایک ڈاکوئی نہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور
اہل برار محض ایک مرضی گزار کی۔ اصلی اختیار
صرف گورنر جنرل کو حاصل ہیں اور وہ بالکل مختار
ہے کہ ہر ایک کے حق میں جس سبب سے چاہے منظور
کرے جس قانون کو چاہے نافذ کرے اور جس کو
چاہے نہ نافذ کرے۔

تمام مشکلات کا واحد حل

اس سے منہ
آئینی حیثیت

سے اب بھی اہل برار کو حکومت کی ذمہ داری
میں کوئی حصہ نہیں ملا ہے۔
اب یہ سوال ہے کہ آئیدہ اصلاحات کے لیے
جو قانون زیر تجویز ہے کیا اس کا اطلاق برار پر
ہو سکے گا؟ کیا حکومت برطانیہ ایک ہی دار کی
حیثیت سے یہ حق رکھتی ہے کہ اہل برار کو زبردستی
حکومت یا پارلیمنٹ اٹا لوی عطا کر دے؟ کیا
آئیدہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے ماتحت برار
کو ملازمتی سی بی کے ساتھ یا اس سے ملحدہ ایک
مستقل صوبہ کی حیثیت سے نیا رشتہ میں شریک
ہو سکتا ہے؟ ہر شخص جو آئینی مسائل کو سمجھنے
کی تہوری سی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ ان

سوالات کا جواب نفی میں دے گا۔ لہذا یہ
اہل برار کی یقینی ہے کہ موجودہ حالت کے برقرار
رہنے کی صورت میں برار کے باشندوں کو کوئی
ذمہ دار حکومت نہیں مل سکتی نہ وہ خود اپنے
حق کی بناء پر قانون سازی کا اختیار حاصل کر
سکتے ہیں۔ نہ انعامی خود اختیاری کا کوئی
جزوہ پاسکتے ہیں اور نہ آل انڈیا فیڈریشن میں
شریک ہو سکتے ہیں قانونی حیثیت سے اب
صرف دو ہی صورتیں باقی رہ جاتی ہیں۔ یا تو
برار کا مقبض اس کے اصل مالک کی طرف منتقل
کیا جائے یا اگر اس کو پٹ داری کے مقبض میں
رہنا ہے تو خود اختیاری اور ذمہ داری کے
تمام حقوق سے محروم ہو کر گورنر جنرل باجلاس
کوئٹل کی حکومت میں رہے دوسری صورت
میں برار کی حیثیت تمام ہندوستان سے نرالی
ہوگی اس کے لیے ہندوستان سے الگ ایک
دوسرا کانسٹیٹوشن بنانا پڑے گا۔ ہندوستان
کی آئینی ترقی میں اس کا کوئی حصہ نہ ہو گا اور
۱۹۳۵ء کے ہندوستان میں بھی وہ مستلزم
کا برابر ہو گا۔ یہ صورت نہ صرف اہل برار
کے لیے ناقابل قبول ہے بلکہ حکومت برطانیہ
کے لیے بھی اس میں بڑی آئینی مشکلات ہیں
ذمہ دار حکومت کے اتنے بڑے نمائندوں
میں ذمہ دار حکومت کے اتنے چھوٹے سے حزیق
کو لیے بیٹھے رہنا کسی طرح ایک ناقابل فعل
نہیں ہو سکتا۔ اس لیے حقیقتاً اب برار کے آئینی
مسئلہ کے حل کی صرف ایک ہی معقول صورت
باقی رہ گئی ہے اور وہ پہلی صورت ہے۔

افسوس ہے کہ برار کے باشندوں میں سے
ایک گروہ ال مسائل کو سمجھنے بغیر دوسری برار کے
خلاف شور مچا رہا ہے حالانکہ اگر یہ لوگ
کچھ سمجھ بوجھ سے کام لیں تو ان کو خود معلوم
ہو جائے گا کہ اس وقت معنور نظام سے
زیادہ ان کے اپنے مفاد اور ان کی انجی آئینی
ترقی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے قانونی
فرماندرا کے زیر حکومت واپس آجائیں کیونکہ
ازدھار قانون جو حکومت ان کو ذمہ دار
حکومت دے سکتی ہے وہ بظاہر ہی حکومت
نہیں بلکہ آصف جاہی حکومت ہے۔ رہا یہ سوال
کہ دوسری برار کی گفت و شنید میں اہل برار
کی رائے کی باقی ضروری ہے تو ایسی بات

صرف دوسری شخص کہہ سکتا ہے جو قانونی مسائل
کے سمجھنے کی ذمہ دار صلاحیت نہیں رکھتا۔ یا اگر
ان کو سمجھتا ہے تو فقہان اپنے علم و فہم کے خلاف
زبان کو حرکت دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ فی الحال
معاملہ پٹہ دار اور مالک کے درمیان ہے۔ ان میں
زمین کے باشندوں کی رائے کو نہ اس وقت کوئی
داخل حاصل تھا جب پٹہ دیا گیا تھا، اور نہ اب
اس پٹہ کے نسخہ و نسخہ کے موقع پر قابل ہو سکتا ہے
البتہ جب پٹہ منسوخ ہو جائے گا اور مقبض زمین
و مالک زمین کی طرف منتقل ہو جائے۔ اس وقت
اہل زمین اپنے قانونی فرماندرا سے اپنے حقوق
کے معاملہ میں گفت و شنید کر سکتے ہیں فقط

برار کا مسئلہ

سلطنت آصفیہ کے ایک نہایت ہی اہم صوبہ
برار کا مسئلہ چند سال سے بھارتی اور آصف جاہی بدو
کی توجہ طلب رہا ہے دس سال کا اعلان ختم ہو چکا
بعد حکومت آصفیہ نے حکومت برطانیہ سے اس صوبہ
کی واپسی کا مطالبہ کیا اور صرف ظاہر ہے کہ حکومت
آصفیہ واپس کرنے میں سراسر حق بہ جانب تھی لیکن
لارڈ ریڈنگ کے خیر صلاحیہ رجحانات کے باعث
جو اس وقت ہندوستان کے حلیہ اسے تھے اسی معاملہ
کا تقصیر نہ ہو گا آصفیہ بدو نے حکومت برطانیہ
سے صوبہ کی پابندی کرانے کے لیے کوشش جاری
رکھی اور آج ہم لندن کی ایک اہم سیاسی صیانت کے
موقع پر کس مسئلہ کی یادگاہ سن رہے ہیں اور
ذریعہ ہند کے صباغیہ نے جو اہل عزت معنور نظام آصف
جاہی بدو اور حکومت آصفیہ کے نظریہ و منطق کے تسلیم
نہایت خفا و نفرت کے ساتھ کہہ گئے ہیں ہمارے
دلوں میں یہ توقع پیدا کر دی ہے کہ غریب برار اپنی اور
ملکت کی آغوش میں لٹا دیا جائے گا اور اس بے لگائی کا
خاتمہ ہو جائے گا حکومت آصفیہ اور سلطان ہند شدت
کے ساتھ محسوس کر رہے ہیں وزیر ہند نے کہا۔

برار کے مسئلہ پر میرے اور سر اکر جی کے درمیان
طویل گفت و شنید ہو چکی ہے اور میں کہہ سکتا ہوں کہ
فریقین کی جانب سے تنگ بندی کا اظہار اس امر کا نشانہ
ہے کہ ان مسئلہ کے متعلق جو شرح گفت و شنید ہندوستان
میں شروع ہوئی وہ ضرور کامیابی پر منتج ہوگی میں کوئی
وجہ نہیں دیکھتا اور نہ سر اکر جی کی کسی نویدگی اس امر کی
کوئی معقول وجہ موجود ہے کہ برار کی ابھی ہوئی کیفیت کو
جیسا کہ نیا رشتہ میں شامل ہونے کی راہ میں جال ہو رہا ہے

استر دربار

انتر

(علی اشرف)

آہنگی یہ نویدِ سرت کہ اے دکن
کیا خوب تیرے صبحِ سعاد کی ہے بہار
ہیں دنگِ رب کے ساحرِ برطانیہ بھی آج
باطل کا سر جھکا ہے صداقت کے سامنے
ہوں گے دوبارہ شاہِ دکن مالکِ ار
خوش ہونگے اہلِ باغ ہمیں باغیاں ملا
نمازاں ہو اے برار کہ دربارِ شاہ سے ||
دستور سے واسطے منظور ہو گیا

آیا ہے آسمان پہ ابر بہار دیکھ
پیہم گہرِ فشانے کا اب انتظار دیکھ

قبضہ برار کی دیکھ سکیاں

جریدہ اسٹیشن (لندن) کی بانی

ذیل کا مضمون مشر بارٹ ٹامٹ کے اس محرکتہ الادا مضمون کا مقصد ترجمہ ہے جو ستمبر ۱۹۶۱ء میں لندن ٹائمز میں
کے تین نمبروں میں دہلی برار ایک شرمناک کہانی کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ (ایڈیٹر)

نظام نے اپنی تباہی اپنے سامنے دیکھ کر یہ خواہش ظاہر کی کہ کنٹینٹ
فوج کو موقوفہ کر دیا جائے تو اس کو طرح طرح کی دھمکیاں دے
دیکر خاموش کر دیا گیا اور اس سے زبردستی تجویز شدہ ملک لے لیا
گیا۔ پھر اگر یہ برتاؤ کسی دشمن کے ساتھ ہوتا تو ممکن تھا کہ سیاست
کی نظروں میں جائز سمجھا جاتا لیکن اس سے زیادہ انہوں کی
اور کیا بات ہوگی کہ یہ برتاؤ نظام حیدر آباد کے ساتھ کیا گیا
جس نے ہمیشہ مشکل کے وقت ہمارا ساتھ دیا اور اگر اس کی مدد
شامل حال نہ ہوتی تو ہندوستان میں انگریزی حکومت کا جتنا
محال تھا۔

جب تک ہمیں نظام کی مدد کی ضرورت رہی ہم نے ان
معاہدات پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کی جو اس کے اور ہمارے درمیان
ہوتے رہے لیکن جو اپنی ہم نے یہ محسوس کیا کہ اب نظام کی مدد کی
ضرورت نہیں رہی ہم نے ان معاہدات کو پس پشت ڈال دیا اور
انتہائی سیاسی بد اخلاقی کا ثبوت اس طرح دیا کہ جب اس کو بری
دشمن سے لڑنا پڑا تو اس کو ایک آدمی یا ایک روپیہ سے بھی بڑے
نہ دی اور جب انڈیائی بغاوت نے اس عام میں غل ڈالا تو اس
انکار کر دیا گیا کہ امدادی فوج اس مقصد کے لیے نہیں بھیجی گئی ہے
(حالات کہ وہ خود اسی کے خرچ پر رکھی گئی تھی)

ایک وہ زمانہ تھا کہ فرانس سے جنگ کے خاتمہ پر
جب پیرس میں عہد نامہ ہوا تو اس کی دفعہ گیارہویں تھی
نظام اپنی ریاست میں متعلق اور آزاد ہے۔ یہ ستمبر ۱۸۶۱ء کی بات
ہے اس کے بعد ۱۸۶۶ء میں جب پھر لڑائی شروع ہوئی تو ہم
نے نظام کو اپنا دوست بنایا اور ان سے پانچ اصلاح

کے ریڈنٹ کے اس مطالبہ پر کہ حکومت ہند کو اصلاح ریاست
کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ مملکت کے ارکان حکومت نے بہت
کچھ لے دے کی اور فریئر پر یہ الزام لگایا کہ فریئر کی یہ تجویز
محض اقتدار پسندی کی طبع پر مبنی ہے۔ چنانچہ تنگ آکر خود
فریئر نے یہ الفاظ کہے کہ میں یہاں بھیجا جاتا تو زیادہ اچھا
تھا اور ۱۸۶۳ء میں استعفا دیا۔ پھر جب سالار جنگ
جیسا قابل آدمی حیدر آباد کی وزارت پر ممتا نہ ہو تو اس
کی راہ میں بھی روڑے اٹھائے گئے کہ کسی طرح ریاست میں اتنی
قوت نہ پیدا ہو جائے کہ پھر ہم اس کو آسانی سے دہلی
من مانی تبادیل نہ منوا سکیں۔

ڈھلوزی نے اس خیال کا اظہار کیا کہ حکومت کا سنہار یہ
ہے کہ جس سرزمین سے مالی منافع نہیں دلاں اصلاحات جاری
نہ کیے جائیں اسی خیال کہ صرف الحاق ہی ہیں ہمارا مالی فائدہ
ہے اس کو اس بات سے روکنا کہ حیدر آباد میں اصلاحات
نافذ کرتا یا کم سے کم اس کو اس بنا کہ مخرج سے ہی خلاصی
بخش دیتا جو کنٹینٹ افواج کے لیے اسے برداشت کرنے پڑتے تھے
اور پھر لطف یہ کہ جب حیدر آباد کا خزانہ ان بیجا معارف کو
برداشت کرتے کرتے خالی ہو گیا اور رعایا اس طرح سے خون
چوسے جانے کی تحمل نہ ہوئی تو نظام سے کہا گیا کہ اپنی فوج کو
برطرف کر کے یہ خرچ پورہ کر دو نہیں تو جو باپ دادا کا جمع شدہ
ذخیرہ ہے اس میں سے ادھر ادھر اگر ان ذرائع میں بھی اس قدر
گنجائش نہ ہو تو ان اخراجات کے برداشت کرنے کے لیے اپنے
ملک کا سب سے زیادہ زرخیز حصہ یعنی کوہ ڈالو بھیج

برار کو معقم کرنے کی کہانی ایک شرمناک واقعہ ہے اس
سلسلے میں حکومت ہند نے جن جن ناجائز اخلاص کا اظہار کیا ہے
اور تاج برطانیہ کے سب سے بڑے وفادار دوست کے ساتھ جو تنگ نظر
برتاؤ کیا ہے وہ ہماری قوم کے دامن پر ایک ایسا بدنامہ ہے جس
کی نظیر تاریخ عالم میں بہت کم ملے گی۔

ایٹ انڈیا کی کوہستان میں اپنے مقبوضات بڑھانے
کا ایسا ہوکا ہو گیا تھا کہ اس نے کبھی اس امر کی پروا نہیں کی کہ یہ
مقبوضات جائز طریقہ سے حاصل کیے جا رہے ہیں یا ناجائز طریقہ سے
چنانچہ ۱۸۶۱ء تک الحاق کا بازار گرم رہا اور جس قدر دہلی ریاست
میں ان کو قیمت دنا بود کرنے کا تہیہ کر لیا گیا تھا اس کے بغیر
میں ہم دہلی سلیم کا وہ بیان پیش کر سکتے ہیں جو اس نے اودھ کے
بارے میں دیا تھا کہ اگرچہ ریاست کی انتظامی حالت خراب ہے لیکن
حکومت ہند کو چاہیے کہ اس کے انتظام کو درست کرنے کی کوشش کرے
کیونکہ اس کی جیتل پوری طرح موجود ہے اور یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیے کہ
ریاست جب تک ملحق نہ کر لی جائے گی اس کی حالت درست ہو سکتی
لیکن ڈھلوزی نے ہمیشہ اصلاحات کے نفاذ سے انکار کیا اور بالآخر
اس کو ایٹ انڈیا کی مقبوضات میں شامل کر لیا گیا۔ اسی طرح
حیدر آباد پر بھی دانت تھے کیونکہ اس کے بعض اصلاح بہت زیادہ
زرخیز اور آمدنی کو بڑھا دینے والے موجود تھے اور اس مقصد کو پورا
کرنے کی وقتاً فوقتاً کوشش کی گئیں اور ایسے مواقع پیدا کیے گئے کہ
جس سے حکومت کو الحاق کا ایک بہانہ ملتا تھا آجائے۔ بلنگھی اور
والی ملک کا پوری قابلیت کے ساتھ ریاست کا انتظام نہ کر سکن
کینی کا ایک سالہا سال کا آزمودہ حیلہ چنانچہ اسی بنا پر حیدر آباد

دشمنی سرکار کے لیے جس کے عوض میں نوے ہزار پونڈ پیش کش دینا قبول کیا۔ نظام درہل اس سے زیادہ بہتر چیز حاصل کرنا چاہتے تھے یعنی فوج کی امداد تاکہ ان کو اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے ایک لمحہ اطمینان حاصل ہو جائے چنانچہ یہ فوج امدادی مقرر کی گئی جس کا مقصد یہ قرار پایا کہ وہ نظام ہر موقع پر مدد کرے۔ ۱۸۵۶ء میں جب ایک مرتبہ پھر دہلی ہوئی تو معاہدوں کی تجدید کی گئی اور اس مرتبہ یہ طے ہوا کہ پیش کش گہٹا کر ستر ہزار کر دی جائے اور امدادی فوج کے اخراجات نظام اٹھائیں۔ نظام نے منظور کر لیا کیونکہ ان کو فوج کی موجودگی بہت بڑا بہرہ دے تھا۔ لیکن ضرورت کے وقت نہ تو امدادی فوج نے کوئی مدد کی اور نہ پیش کش ہی ادا کیا گیا۔

بہت دنوں تک معاملات اس حال پر نہ چھوڑے جاسکے کیونکہ نظام کی مدد کی ضرورت پھر پیش آئی۔ شیو سلطان سے پھر لڑائی شروع ہو گئی اور ضرورت اس بات کی ہوئی کہ نظام کو بھلا بھلا کر ان سے معاہدہ کر لیا جائے چنانچہ حسبِ توقع وہ شرائط پیش کیا۔ نظام اور انگریزوں میں ساتھ ساتھ لڑیں اور بالآخر میسور کی قوت کو بہت بڑی شکست ہوئی اس لڑائی کا اثر نظام پر بہت خراب پڑا۔ ان کا خزانہ خالی ہو گیا اور فوج بھی کچھ بے ترتیب سی ہو گئی۔ بیرونی دشمنوں کے لیے اس سے بہتر کوئی موقع نہ ہو سکتا تھا لیکن نظام بجائے فکر مند ہونے کے نہایت مطمئن تھا کہ اگر ضرورت پیش آئی تو انگریزی فوج جس کے وہ اخراجات برابر برداشت کرنا بنا ضرور مدد کرے گی لیکن کس قدر انہوں کی بات ہے کہ نظام کی مدد کی طرف ایک قدم بھی نہ بڑھایا گیا۔ ۱۸۵۹ء میں نظام کی حالت کا اندازہ کر کے مرہٹوں نے حیدر آباد پر چڑھائی کر دی۔ نظام کی فوج تنہا جا کر لڑی اور نتیجہ وہی ہوا جو ایسی صورت میں ممکن تھا۔ نظام کو شکست فاش ہوئی اور تنہا دولت آمیز شہر اٹل پور بھی ہونا پڑا۔ مرہٹوں نے جیلے جیلے یہ معاہدہ بھی لے لیا کہ انگریزی امدادی فوج موقوف کر دی جائے۔ حکومت ہند اپنے درست کایہ حال ٹھنڈے دل سے دیکھی اور انہوں نے اس کا بالکل خیال نہ کیا کہ اخلاقی اور سیاسی حیثیت سے اس وقت ان کے کیا فرائض تھے۔

شیو والی میسور کا خطرہ پھر نمودار ہوا اور

اس مرتبہ پھر ایٹ انڈیا کمپنی نے اس بات کو محسوس کیا کہ اگر نظام کی مدد نہ کی گئی تو کم سے کم جنوبی ہند سے ان کے بے دخل یعنی بے اور پیش بینی کے طور پر یکم ستمبر ۱۸۵۹ء کو پھر ایک معاہدہ کیا گیا۔ اس معاہدہ کی دوسرے نظام کی فراموشی فوج برطرف کر دی گئی اور اس کے بجائے امدادی فوج انگریزی دیکھی گئی اور نظام نے اس کے اخراجات برداشت کرنا قبول کیا۔ ۱۸۵۹ء میں معاہدہ کے پانچ ماہ بعد شیو سے لڑائی شروع ہوئی اور اسے انگریزوں اور نظام کی متفقہ فوجیں مٹیوں کو ختم کرنے اور اس کی قوت کو ہمیشہ ہمیش کے لیے نیست و نابود کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔ اب چونکہ ہماری حکومت کا مطلب نکل گیا تھا لہذا اس نے پھر انھیں پھر لیں اور مالک مفتوحہ کا نصف از روئے معاہدہ نظام کو دینے سے انکار کر دیا بلکہ وہ علانیہ بھی مانگ لیے جو ۱۸۵۹ء کی لڑائی میں نظام کو دیے گئے تھے اور امدادی فوج کا خرچ جو اب بڑھا کر ساڑھے نو ہزار کر دی گئی تھی نظام نے نہ کرنا۔ اس خرچ کی تعداد ۶ لاکھ ۳۰ ہزار پونڈ سالانہ تھی۔ نظام ان حلقوں کے مقصد سے خوب واقف تھا اور جب کچھ جانے کے باوجود وہ اس حفاظت کی ہر ممکن قیمت دینے کے لیے تیار تھا جسکی اسے انگریزی فوج کی طرف سے امید تھی لیکن اس قدر بڑی قیمت وصول کرنے پر بھی اس کو اس حفاظت سے محروم رکھا گیا یہاں تک کہ جب خود اس کی سلطنت میں بعض فوجوں نے بغاوت کی تو فوجی امداد کے دینے سے انکار کر دیا گیا اور یہ عذر پیش کیا گیا کہ امدادی فوج اندرونی بغاوتوں کے فرو کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ اگر نظام کو ایسی ہی ضرورت ہے تو ایک اور فوج جو انگریزوں کے تحت ہو بھی جائے جس کا مقصد اس قسم کی بغاوتوں کو فرو کرنا ہو اور اس فوج کا خرچ بھی نظام برداشت کریں۔

یہ تھی ابتدا اس فوج کی جس کو حکومت ہند کے ارکان نے اپنی مرضی سے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو معقول فوجی حکموں پر سرزد کرنے کے لیے قائم کر دیا تھا۔ ان کے اس مقصد کی تائیدیں وہ رپورٹیں پیش کی جا سکتی ہیں جو اس کے اخراجات کے متعلق سرکاری طور پر مرتب ہوئیں اور جو عوام اور فوج کی زبانوں پر چڑھی ہوئی تھیں۔ اس فوج کی کل تعداد آٹھ ہزار تھی اور اس کا سالانہ خرچ قریب قریب چالیس لاکھ تھا۔ ٹوٹے اکٹھے اس میں سفارش کی آہی کہ اس کا خرچ کم کر دیا جائے لیکن اس کی شنوائی نہ ہوئی اور اگرچہ سلطنت کے ارکان حکومت نے ایک مرتبہ اس امر کا وعدہ بھی کیا کہ جو عہدیں خالی ہوئی وہ بھری نہ جائیں گی اور اس طرح فوج کا خرچ کم کر دیا جائے گا لیکن اس وعدہ کے ایفا کا موقع کبھی نہ آیا بلکہ

۱۸۵۹ء میں ڈیہوڑی نے اس میں سے ایک آدھ بھی کم کرنے سے انکار کر دیا جب نوبت یہاں تک پہنچی کہ نظام خرچ ادا کرنے کے قابل نہ رہا تو اخراجات برداشت کرنے کے لیے زمین کا مطالبہ پیش کر دیا۔ ان امور سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ فوج کے قیام کا اصل مطلب اور اس کے اس قدر سفاک معارف کا حقیقی مقصد ہی تھا کہ اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو بڑی بڑی فوجی نوکریاں دی جائیں اور جب نظام فوج کے اخراجات برداشت کرنے سے قاصر ہو جائے تو ان کا ملک یا اس کا ایک حصہ منجم کر لیا جائے۔

نظام بچہ نہ تھا کہ وہ ان باتوں کو نہ سمجھے اس نے اس فوج کو مقرر کرنے سے بالکل انکار کر دیا لیکن یہاں تو اس کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ محنت مندا بنے مقصد کو پورا کرنے کے لیے مختلف ترکیبیں سوچنے لگی چنانچہ پہلے اپنی مرضی کے مطابق وزیر مقرر کیے۔ ان سے حسبِ نحو کام نہ نکلا تو بالآخر چند دلال کو گڈ فرمال میں لاکھن تھا پیش کار بنا کر جزو کل کا مختار بنا دیا۔ اب چونکہ وزیر... انگریزوں کی مرضی کا تھا اس لیے بہت جلد اس مجوزہ فوج کے قیام کی منظوری مل گئی حالانکہ نظام نے ہمیشہ اس سے اختلاف کیا اور ناراضی کا اظہار کرتے رہے خود برطانوی حکام کی تحریروں سے بھی اس کا ثبوت ملے۔ چنانچہ لارڈ ملتان ۱۶ مارچ ۱۸۵۶ء کی یادداشت میں لکھتا ہے کہ کسبوت فوج درحقیقت ہمارے امداد جند دلال کے درمیان ایک شرکہ کار و بار ہے اور سر فریڈرک کری نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ اگر نظام ہم سے معاہدوں کی دوسرے مطالبہ کرے کہ یہ فوج جس کا اس قدر خرچ ہے کس بنا پر رکھی گئی ہے تو ہم اس کا جواب نہیں دے سکتے۔ یہ خیال جو حکومت کی رپورٹوں کے ذریعہ سے پہلایا گیا ہے کہ فوج نظام کی خواہش کی بنا پر رکھی گئی تھی بالکل غلط ہے کیونکہ جنرل فریزر ۲۶ جولائی ۱۸۵۹ء کی ایک تحریر میں لکھتا ہے کہ اگر نظام کو یہ خبر ہو جائے کہ وہ خود مختار میں تو سب سے بڑی فرائی یہ ہوگی کہ وہ کسبوت فوج کی موقوفی کا مطالبہ کریں گے کیونکہ وہ اس سے ناراض ہیں اور ہم کسی معاہدہ کی بناء پر ان کو اس فوج کے رکھنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔

بہر حال پور ڈائن ڈائرکٹرز کی مرضی کے خلاف اور خود نظام والی حیدر آباد کے اختلاف کے باوجود آٹھ ہزار آدمیوں کی ایک فوج جو حالات زمانہ کے لحاظ سے بالکل فضول تھی کھڑی کر دی گئی جس نے نظام کا خون چوسنا شروع کر دیا اور ہر طرف یہ کہ نظام کو ضرورت کے وقت اس فوج نے کبھی مدد نہ دی اور نہ ہی اپنی طبیعت سے ایک قانون گزارہ لیا تھا جب تک

سلطنت معلوم نہیں کہ اس بیان کے لیے معنون اخبار کا ذریعہ معلومات کیا ہے۔ عام طور پر تمام انگریزی اور فارسی تاریخیں یہ بتاتی ہیں کہ حضرت نابینہ نظام علی خاں نے یہ دیکھ کر کہ امدادی فوج مصیبت کے وقت کام نہیں آتی، خود ہی اس کو موقوف کر لیا تھا یہ بات کہ امدادی فوج کی برطانیہ کا مطالبہ مرہٹوں کی طرف سے ہوا تھا کسی تاریخ میں مذکور نہیں ہے۔ (صبح دکن)

ہزہائی نس اعلیٰ حضرت نواب میر فتح خندہ علی خان
ناصر الدولہ بہادر آصف جاہ رابع
(از سنہ ۱۸۲۹ ع تا سنہ ۱۸۷۵ ع)



جن کے عہد حکومت میں انگریزوں نے ہمارے قبضہ میں لیا

ہزہائی مس اعلیٰ حضرت نواب میر محبوب علی خان بہادر آصف جاہ سادس



جسے انگریزوں نے ہزار کا دوا می پٹہ مکمل کرایا

یہ فوج انگریزی افغان کے تحت میں ہے وہی وقت تک بعض نظام کے حکم سے وہ ایک قدم بھی نہ بڑھائی جب تک رزیدنٹ کی اجازت نہ ہو اور وہ اس بات کی تصدیق نہ کر دے کہ واقعی یہ موقع ایسا ہے جہاں اس فوج کی ضرورت ہے۔ اس طرح نظام کے پردے میں رزیدنٹ اس فوج پر حکومت کرتا رہا لیکن اخراجات کا ناقابل برداشت بوجھ کمزور نظام پر پڑتا رہا۔ حالانکہ نظام ایک مرتبہ بھی اس فوج سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔

حیدر آباد کی ریاست اس خرچ کو اچھا نہیں سمجھتی۔ اس کا خزانہ خالی ہو گیا۔ کرنل نے سزا میں یہ شکایت لکھ کر بھیجی کہ اگر فوج کا خرچ ۱۰ لاکھ سے دو لاکھ پونڈ نہ کر دیا گیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ پھر کام بالکل نہ چل سکے گا۔ سزا میں ایک وزیر کا بیان ہے کہ "ایسی حالت میں جیسی کہ اب حیدر آباد میں ہے اگر آسمان سے کوئی فرشتہ بھی اتر آئے تو سمجھ نہیں کر سکتا" جب کسی طرح خرچہ نکلے کی امید نہ رہی تو نظام کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی بے قاعدہ فوج کو موافق کر دے چنانچہ تین ہزار آدمی برطرف کر دیے گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں بد امنی پھیل گئی اس لیے یہ تسلیم موافق کر دی گئی لیکن فوج کا خرچہ اٹل تھا۔ نظام کو قرض لینا پڑا اور یہ قرض ۲۰ فی صدی پر ملا اسی صورت میں ریاست بالکل دیوالیہ ہو گئی اور ساتھ ساتھ اس کی سالانہ میں بھی کمی آگئی۔ قرض نہ لینے کی صورت میں نظام نے اپنے جو اہل کار کے ذریعہ کام نہا لیکن اس طرح بھی بہت دلوں تک کام نہیں نکالا جاسکتا تھا آخر سزا میں سراج الملک نے رزیدنٹ کو لکھا کہ سکندر آباد اور جہاں کی جو بھاری کی آدمی ہے اور پش گوشت نے چالیس سال سے ہیں نہیں دی ہے وہ اس طرف محسوس کرنی چاہئے لیکن ڈیپوٹری نے اس تجویز کو نہ مانا رزیدنٹ کو یہ ہدایت بھیجی گئی کہ رزیدنٹ کے خزانے سے فوج کی تو اس ادا کی جائے اور کل رقم نظام کے حساب میں لکھی جائے اس طرح نظام کے اوپر قرضہ بڑھتا گیا اور جب تک اگر حسابات کا مطالبہ کیا گیا تو ڈیپوٹری نے ایک مراسلہ براہ راست نظام کے نام بھیجا جو ہرگز اس کے شایان شان نہ تھا بلکہ حدیث ذلت آمیز فقروں سے بھرپور تھا چنانچہ اس کے مراسلہ خلاصہ یہ ہے کہ تم گورنمنٹ کو ناراض نہ کرو ورنہ وہ تم کو پھانسی کر دے گی اور اگر تم فوج کا خرچ نہ کرو اس پر لکھتے تو اس پر فوج کو موافق کر دو۔ نہیں تو شادی موافقت ہمارے پھر کر دو تاکہ فوج کے اخراجات کی کفالت ہو سکے۔ حالانکہ خود ڈیپوٹری نے بعد میں یہ اقرار کیا کہ

سزا کے معاہدہ کی بنیاد پر میں اندوے الفاظ معاہدہ اور اندوے مطلب معاہدہ اس امر کا کوئی حق نہیں ہے کہ نظام سے اس قسم کی کوئی فوج نہ رکھو اس پر حال سزا میں اس وہ موقع آ گیا جس کی تلاش مدت سے تھی۔ نظام کے سامنے قرضہ کا بل پیش کیا گیا اور عدم ادائیگی کی صورت میں ایک معاہدہ کا مسودہ پیش کیا گیا جس کی رد سے نظام سے ہمارے اصرار کا مطالبہ کیا گیا۔ اب اس قرضہ کی صلیت بھی من لکھے کرنل ڈیپوٹری رزیدنٹ حیدر آباد نے لکھا کہ "میری رائے میں اگر باقاعدہ حساب کیا جائے تو کوئی رقم نظام کے ذمہ نہیں نکلتی جس رقم کا مطالبہ کیا گیا تھا اس میں پہلے وہ رقم تھی جو سکینڈل فوج کو دی گئی تھی اور تقریباً ۱۰ لاکھ اس رقم کا محض سود تھا۔ حالانکہ ہمارے اوپر نظام کا اہل روپیہ اس سے زائد تھا لیکن نظام کے اہل مالہ کو کہ ہمارے رقم جو نکلتی ہے وہ وضع کر دی جائے نہایت ٹھنڈے دل سے اسے رد کر دیا گیا۔ اس معاہدہ کی گفت و شنید کے دوران میں نظام نے خواہش کی کہ فوج کے فوجیوں کو قرضہ کر دی جائے تو لوٹنے جواب دیا کہ "پھر اس کو بھروسہ کیسوں اور دروہیلوں کی شرارت سے کہو کہ تم کو فوج کا کچھ کچھ کھانے کی ادائیگی فوج یہ کام نہیں کر سکتی وہ بقول ڈیپوٹری کے صرف اہم مواقع کے لیے ہے اور معمولی کاموں کے لیے یہ فوج ہے" پھر ایک موقع پر نظام نے کہا کہ "قرض کرو کہ میں فوج کو موافق کر دوں اور اس رقم سے اس نظام کو دوں" تو لوٹنے جواب دیا کہ "تب بھی علاقہ مجوزہ کے قرضوں سے آپ کو کوئی مفید نہیں" اس سے ان تمام غلط بیانیوں پر روشنی پڑتی ہے جو حکومت نے سزا میں رزیدنٹ کے سامنے پیش کیں کہ نظام کے ذمہ ایک بہت بڑی رقم ہو گئی تھی اور نظام فوج کو علیحدہ کرنا نہیں چاہتے تھے اس سے ان کو مت فائدہ تھا اور ہرگز کوئی قرضہ نہ کر دینا ہی ایک مقولہ نظام ہو سکتا تھا اور یہ قرضہ نظام کی زمین روضہ میں سے ہی ہم نے ان کے اوپر بالکل زور نہیں ڈالا اور سالہ جنگ کے اعراض کا جو جواب حکومت نے دیا اس کی بول چال میں کئی کئی نظام کے سامنے جب دو صورتیں پیش کی گئیں تو انہوں نے زمین دینا قبول کی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ نظام اس معاہدہ سے بالکل خوش نہ تھے بلکہ ان کو مختلف قسم کی دھمکیاں دی گئی تھیں۔ اگرچہ لوٹنے ان کی مراحت نہیں کی تاہم ۱۹ ستمبر کو جو نوٹ اس نے لکھا تھا اس میں

میں یہ لکھا تھا کہ بالآخر نظام معاہدہ پر دستخط کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اس میں ایک اور نوٹ موضوع امر اسی کا ذکر کیا ہے جو اسٹینٹ رزیدنٹ کی طرف سے سراج الملک کو لکھا گیا تھا اس کا مضمون ذیل میں درج ہے۔

"آپ صاحب رزیدنٹ آج آپ سے ملنا چاہتے ہیں اس بات کی اطلاع دینے کے لیے کہ آپ نظام سے کہہ دیجئے کہ آج ہی کی ڈاک سے رزیدنٹ نے حکمت سے فوجی کارروائی کے لیے حکم منگوایا ہے اور میرا ایک پیغام جو یونانی میں ہے اس نے لکھا ہے منبرہ لانی لینڈ اور منبرہ ۸۶ نہر بھیجی جنت کو احکام مل چکے ہیں کہ وہ حیدر آباد کی طرف روانہ ہونے کے لیے تیار ہیں اور یہ واضح رہے کہ یہ فوجی کارروائی علاقہ جات مجوزہ تک ہی محدود رہے گی اس سے قبل خود رزیدنٹ نے بھی ایک پوشیدہ خط کے ذریعہ نظام کو مطلع کیا تھا کہ اگر آپ معاہدہ کو منظور نہ کریں گے تو انگریزی فوجیں آپ کے دارالسلطنت میں ہونگی کیا اس کو رضامندی کہا جاسکتا ہے؟ انتہا درجہ کی فضا کے ساتھ فوجی دہلی دیکر ایک کمزور خواہ سے معاہدہ کے اوپر دستخط کیے۔ بہر حال نظام نے یہ دیکھ کر کہ اب کوئی مفید نہیں کیا تو براہ حوالہ کر دیا کہ ریاست سے ہاتھ دھو بیٹھو اس نے بادل نا خواستہ معاہدہ پر دستخط کر دیے۔ اس حکمت کی قسم طریقہ دیکھئے کہ سب سے زیادہ رزیدنٹ نے لینے کے بعد بھی سری نہ ہوئی اور کئی اس قول بغیر ہتھیار کا جامہ پہنائے۔ حالانکہ معاہدہ کی کسی دفعہ سے یہ نہیں نکلتا کہ براہمیت کے لیے انگریزی حکومت کو دیدیا گیا۔ لہذا یہاں کہہ کہ "جب نظام نے یہ سنا کہ ہمیشہ کے لیے ہمارا ہاتھ جلا ہے تو انہوں نے سختی کے ساتھ مخالفت کی اور میں نے یہ دیکھ کر کہ کہیں اس لفظ کی وجہ سے تمام گفت و شنید ہی نامکام ہو جائے نظام سے کہا کہ مجھے معاہدہ کے اس حصہ کی نسبت اجازت دی گئی ہے کہ جب ضرورت ترسیم کر دوں اور اگر آپ نہیں چاہتے کہ یہ علاقہ جات ہمیشہ کے لیے دیے جائیں تو آپ اپنے عرصہ کے لیے دیدیں جب تک آپ قیام فوج کی ضرورت سمجھیں۔"

براہمیت حیدر آباد کا حصہ سمجھا گیا اور اس بنا پر وہ تجویز مسترد کر دی گئی جس کی رو سے براہ کشر ناگپور کے تحت میں چلا جاتا۔ مزید ثبوت کے لیے حکومت کا وہ خط ہے جو رزیدنٹ کو ۸ ستمبر ۱۸۵۷ء کے معاہدہ کے دوران میں لکھا گیا تھا کہ "ان علاقہ جات میں ہم بطور خود مختار بادشاہ کے نہیں ہیں بلکہ دیوالی حیدر آباد اس کی طرف سے انتظامی امور کو انجام دے رہے ہیں اور ان امور کی انجام دہی اسی وقت تک ہے جب تک انتہائی رکھی جائے گی اس کے بعد نہیں" اسی مراسلہ میں آگے

کر دیا گیا۔ ہم لارڈ لٹن اور اس کے دفتر خارجہ پر اس بات کا الزام لگاتے ہیں کہ اس نے کیوں ایسے شخص کو وزیر بنایا جس میں اس عہدہ کی اہلیت بالکل نہ تھی اور جس نے ریڈ سنڈ کی بیوی کو رشوت دینے کی جرأت کی تھی اور اس کی پاداش میں اس کو ایک عرصہ تک ملک زندگی سے محروم کر دیا گیا تھا۔ یہ شخص سالار جنگ کی اصلاحات کی بالکل مخالف تھا۔ ایسے شخص کو مقرر کر کے حکومت ہند نے اپنے وفادار دوست کو بہت بڑا نقصان پہنچایا۔

دقتدار الامراء کے تقرر کے بعد ہی حکومت ہند کے منشا کے مطابق کام ہونے لگا۔ سالار جنگ کے اوپر یہ الزام لگنا باگیا کہ وہ براہ راست مطالبہ محض اپنے اعواز کو بڑھانے کے لیے کرتے ہیں۔ چونکہ وہ اپنی اصلاحات کی وجہ سے امراء میں مقبول نہیں ہیں اور نظام بھی ان کو نہیں

چاہتے، اس لیے وہ چاہتے ہیں کہ برادر کی واپسی کا سہرا انھیں کے سر پہ اور اس طرح وہ نظام اور امراء سلطنت کی نظروں میں سبز ہو جائیں۔ دقتدار الامراء نے یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ امیر کبیر شمس الامراء ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ برادر اس کو دیا جائے وہ تو محض ضابطہ کی کارروائی پوری کرنے کے لیے پہلے پر دستخط کر دیا کرتے تھے۔

جب ریڈ سنڈ نے دقتدار الامراء کو سالار جنگ کے راستے میں کبڑا کر دیا تو اس نے مشرالی بینٹ کو جو سالار جنگ کا سکرٹری تھا زبردستی الگ کر دیا اور اس طرح سالار جنگ سے ایک بہت بڑا اہتیار چھین لیا۔ جب سالار جنگ ہر طرح ہتھ کر دیے گئے تو وزیر ہند کے پاس سے ۲۸ مارچ ۱۹۰۷ء کو یہ جواب

اور جب وہ اس سے بھی باز نہ آئے تو ان کے راستے اس طرح سدھ کر دیے کہ وہ مطالبہ کر ہی نہ سکیں اور ریاست میں مقدر بدانتظامی میں جائے جس سے دنیا والوں کے سامنے یہ کہا جاسکے کہ ہمارے ماتحت رعایا کو ان کی عادت ہو گئی ہے۔ ایسی بد نظم ریاست میں ہم ان کو کیسے واپس دیدیں۔

آج کے جب تک نظام نابالغ ہیں اس وقت تک برادر کے مسئلہ کو نہ چھیڑا جائے۔

یہ ہے مختصر سی کیفیت اس واقعہ کی جس کی نظر کسی تاریخ میں نہیں مل سکتی اور کسی قوم کے افراد نے اور کسی حکومت کے ارکان نے اپنے فائدہ کی غرض سے کرپور برائے قدر زیادتی نہیں کی کہ نظام سے ایک ملک بیکر فروغ لگی اور ضرورت کے وقت مدد نہ دی۔ پیر اندرونی بغاوت کے وقت اس کے ایک وزیر کو ملا کر اس سے دوسری فوج کیوں جس کے مصارف اس قدر رکھے کہ وہ دیتے دیتے عاجز ہو گیا جب یہ صورت ہوئی تو زبردستی برباد کر ڈالنے اور خفا کر دینے کی دیکھی دیکر ایک ملک اور لیوا اور اطمینان دلایا کہ محض عارضی طور پر لیا جا رہا ہے پھر جب اس ملک کی واپسی کاملاً کیا گیا تو مطالبہ کرنے والوں کو ہر طرح کی تمکیناں دیں



(از مولانا ظفر علی خاں مالک اخبار زمیندار لاہور)

زندوں کو میری آنکھ کا ساتی اشار ہو
نکلے ڈوب کر جو آفت پر بصد فر و غ
آثار تو یہی ہیں کہ نکلیں اجڑا رہ دار
چھینا ہوا جو حق ہے وہ جفت دار کو ملے
ہاتھ آئے پھر گیشہ لولو عے شاہوار
اپنا ہی باغبان جو گلشن کو ہوں نصیب

پھر کیوں نہ محنت کی روپا پار ہو
شاید یہ اے دن نہ ترا ہی ستار ہو
اور یک تسلیم برار کا منوخ اجار ہو
کتنا ہی خواہ اس میں کسی کا خسار ہو
تاج نظام اس سے مکمل دوبار ہو
کس درجہ فریب پھر اس کا نظار ہو

۱۸۵۳ء کا معاہدہ تفویض برائے سرحد ہوا

نواب صردار دولہ بہادر اور زینت کی گفتگو

ذیل میں اس اہم خط (نمبر ۱۸۵۳ء) کا اقتباس دیا جاتا ہے جس میں حیدرآباد کے زینت جنرل نے حکومت ہند کے محکمہ خارجہ کو معاہدہ تفویض برائے سرحد کے متعلق نواب صردار دولہ بہادر مرحوم سے اپنی گفتگو کے مفصل حالات کی اطلاع دی ہے (ایڈیٹر)

اور بعض کلمات کا بار بار اعادہ کرتے رہے۔ مثلاً یہ کہ ایک حاکم کے لیے دو کام بہت ذلیل ہیں۔ ایک یہ کہ بلا ضرورت ریاست کا کوئی حصہ دوسرے کو دیدیا جائے اور ایک یہ ہے کہ اس فوج کو موخر کر دیا جائے جس نے بہادری اور وفاداری کے ساتھ اس کی خدمت کی ہو۔ اس گفتگو کے دوران میں جو تقریباتی گفتگو رہی نظام نے اس بات کو کم سے کم تین مرتبہ کہا اور جب میں نے تفصیل سے ان کو سمجھانا چاہا کہ اس امر میں کوئی ذلت کی بات نہیں ہے اور فوج کو باقاعدہ رکھنے اور اس کی تنخواہیں وقت پر ادا کرنے کے لیے اس کی سخت ضرورت ہے کہ کچھ زمین ہمارے قبضہ میں دیدی جائے تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ یہ ضروری نہیں ہے کیونکہ میں صرف قرضہ ہی نہیں اتار دوں گا بلکہ اس قسم کا اظہار کر دوں گا کہ فوج کو اسی طرح باقاعدہ تنخواہ ملے گی جیسی کہ سکندر آباد کی فوج کو ملا کرتی ہے۔

اس موقع پر میں نے وہ تمام دلیلیں جو اپنی ہدایات میں آپ نے مجھے کتبہ بھیجی تھیں اور وہ جو بروقت میری سمجھ میں مناسب معلوم ہوئیں میں نے پیش کیں اور یہ بھی بتایا کہ اعلیٰ حضرت کو ان تمام پریشانیوں سے یک سخت نجات مل جائے گی جو اس فوج کی ماموری تنخواہ کے ادا کرنے کی وجہ سے ایک مدت سے لاحق ہو رہی ہیں مثال میں میں نے سکندر آباد اور جالندہ کی فوج کو پیش کیا کہ آپ ان کی طرف سے کس قدر ملیں اور بتائیے

میں نے پچھلی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے گفتگو شروع کی کہ اعلیٰ حضرت کو یاد ہو گا کہ میں نے آپ سے ذکر کیا تھا کہ کلکتہ سے ایک نئے معاہدہ کا مسودہ آرہا ہے یا کم سے کم یہ تو ضرور یاد ہو گا کہ میں نے آپ سے کہا تھا کہ جیسا کہ اس قسم کے احکامات آنے والے ہیں کہ میں آپ کے سامنے اس قسم کے معاہدہ کا مسودہ پیش کر دوں۔ اعلیٰ حضرت نے یہ سن کر جواب دیا کہ ہاں ہم نے مجھ سے ایک نئے معاہدہ کا ذکر کیا تھا لیکن یہ سرگز نہ کہا تھا کہ اس قسم کا معاہدہ پیش کیا جائے مالاہے اور یہ بات ہرگز نہ کہی تھی کہ تم مجھ سے ایک بڑی ریاست کا ایک بڑا حصہ ہمیشہ کے لیے طلب کرو گے۔ اعلیٰ حضرت نے لفظ ہمیشہ کے اوپر بہت زور دیا۔ اس کے بعد انہوں نے سوال کرتے ہوئے کہا کہ کیا میں نے کبھی انگریزی حکومت کے ساتھ جنگ کی ہے۔ یا کبھی ان کے خلاف کسی سازش میں شریک ہوا ہوں یا کبھی ان کے ساتھ اختراک عمل کرنے اور ان کی ہر مہم کو کچلنے کے لیے برائے کچھ کیا ہے جو اس طرح برکات اللہ کا جاری ہے۔ اس کے جواب میں میں نے ایک لمبی تقریر کی اور اپنی پوری قوت اعلیٰ حضرت کو اس بات کے سمجھانے میں صرف کر دی کہ اس قسم کے معاہدہ کرنے میں کوئی ذلت نہیں ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے بہتہ کر لیا تھا کہ وہ اپنے خیال کی تردید میں کچھ نہیں گے

جناب مالی۔ میں نے جو خط ہمیں آپ کو کل لکھا تھا اس کے آخری حصہ کے سلسلہ میں آپ کو اس گفتگو کی کیفیت لکھتا ہوں جو میرے اور نظام کے امین جدید معاہدہ کے مابین ہوئی۔

اس اہم مسئلہ پر گفتگو کرنے کے لیے ۱۳ اپریل بروز سنیچر شام کا وقت مقرر کیا گیا تھا۔ میں وقت میں پہنچ گیا اور گفتگو کے وقت ملاقات کے کمرے میں میرے اور نظام کے سوا کوئی نہیں تھا۔

قبل اس کے کہ میں اس گفتگو کا حاصل آپ کو لکھوں یہ بتادینا چاہوں کہ میں نے نظام کو دیکھا تھا تو وہ بہت برہم تھے۔ چہرہ کا رنگ سرخ ہو رہا تھا اور آنکھیں کوجھی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ خیال تھا کہ شاید یہ کیفیت ضروری وجہ سے ہوگی لیکن گفتگو سے یہ پتہ چلا کہ یہ حالت ضروری وجہ سے نہ تھی بلکہ جب بند میں معلوم ہوا کہ اس نے ہرجائے اور جدید معاہدہ کے متعلق اپنے ارکان سلطنت سے حالت خوف و ہراس میں چیت کرنے کی وجہ سے ہوگئی تھی بڑا حال قابلہ حال کیسی بھی ہو مگر ان کی سمجھ اور قوت گویائی میں کسی قسم کا فرق نہ تھا۔ برغلاف اس کے میں نے ان کو اس سے قبل بھی اپنے دلائل پیش کرنے میں اس قدر درست اور گفتگو میں اس قدر تیز نہیں پایا۔ اہمیت میں کی حرکات سے ایک قسم کی تندہی پائی جاتی تھی اور کئی مرتبہ دوران گفتگو میں انہوں نے بہت جھج جھج کر باتیں کیں۔

اس لیے آپ کو اخراجات برداشت نہیں کرتے پڑتے۔ کیونکہ آپ اس کے عوض میں علاقہ جات تفویض کر چکے ہیں۔ لیکن نظام نے یہ بھی جواب دیا کہ ہم سب قرضہ ادا کریں گے۔ اس پر میں نے کہا کہ اگر حکومت کو پوری رقم فی الفور دی گئی تو لینے سے انکار نہیں ہے لیکن سب سے زیادہ مفید صورت تو یہی ہوتی کہ ۶ لاکھ روپیہ جواب میں دے رہے ہیں آپ اس سے اپنی فوج اور اپنے دیگر حکام کی تنخواہیں دے ڈالیں۔ کیونکہ ان کی تنخواہیں بہت جلد چڑھی ہوئی ہیں اور اس وجہ سے وہ اپنے دلوں میں باغیانہ خیالات پکڑ رہے ہیں تنخواہ مل جانے پر وہ بہر مسلح اور فزائیروں کا رہو جائیں گے۔ لیکن کسی دلیل نے انھیں کوکس بات پر آمادہ نہیں کیا کہ وہ کوئی مہیا معاہدہ کریں۔

خیر تقریباً دیر گھنٹہ کی گفت و شنید کے بعد اعلیٰ حضرت نے معاہدہ کی ضمانت کو سننے پر آمادگی ظاہر کی۔ اعتدال الملک نے معاہدہ کا سودہ چڑھ کر سنایا۔ جب معاہدہ کا پہلا حصہ سن چکے جو یہ ہے کہ۔

”فریقین میں ایک عرصہ سے فوج کے مسئلہ پر گفت و شنید ہو رہی ہے اور اس بنا پر ایک حد تک اختلاف ہو گیا ہے اس لیے دونوں کے حق میں بھی مناسب ہے کہ ہمیشہ کے لیے ان اختلافات کی صفات کو دیا جائے اور اس قسم کے اختلافات کے اعادہ کو جو مدت تانہ تعلقات میں فرق ڈالتا ہے ہمیشہ کے لیے روک دیا جائے“

تو کہا کہ یہ ظاہر ہے کہ گورنر جنرل نے یہ معاہدہ اس بنا پر تجویز کیا ہے کہ جو اختلاف ہزاروں آدمیوں کے ہموار فوج کے مسئلہ پر پیدا ہو گیا ہے ہمیشہ کے لیے مٹا دیا جائے۔ لیکن میں اس کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتا کیونکہ میں اسی بات کا انتظام کر رہا ہوں کہ فوج کو اس کی تنخواہ ہر ماہ کی پمیلی تاریخ کو مل جایا کرے جیسا کہ ہالٹ انڈیا کمپنی کے ملازمین کو ملا کرتی ہے اس پر میں نے اعلیٰ حضرت سے کہا کہ آپ اس سے قبل جنرل فریزر سے اسی قسم کا وعدہ کیا تھا لیکن پورا نہیں کیا تو اعلیٰ حضرت نے کہا میں نے ہرگز اس قسم کا کوئی وعدہ نہیں کیا تھا جیسا اب کر رہا ہوں۔ اور اب تم سے وعدہ کرنے کو تیار ہوں اور دوسروں کو ضمانت میں پیش کرتا ہوں

(غایہ عیاں دوسروں سے مراد ساہوکاروں) اور کسی دوران میں ایک مرتبہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ملاوہ ان تمام باتوں کے اب صورت حال بالکل بدلی ہوئی ہے۔ پہلے وعدے دیوان کی طرف سے تھے اور فریزر کے زمانہ میں میرے سامنے اس معاہدہ کے مانند کوئی چیز نہیں پیش کی گئی تھی (یہ کہتے وقت اعلیٰ حضرت اس معاہدہ کی طرف خوف کی نگاہوں سے دیکھتے مانتے تھے) اعلیٰ حضرت سودہ کو خاموشی کے ساتھ سنتے رہے جب دفعہ ۶ پر پہنچے تو بہت بلند آواز میں اعتراض کیا اور وہی دلیل پیش کیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ میں نے بھی اس کے جواب میں دھنپے دلائل کو دہرایا جن کا اعادہ فنون ہے۔

اس گفتگو کے دوران میں اعلیٰ حضرت نے کئی مرتبہ اس طرح منہ مبارک رواہ ”کہا کہ میں ایک قسم کی درستی چاہتی تھی۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس سے میری ذاتی توہین مقصود نہ تھی۔ وہ چند وجوہات کی بنا پر اس درجہ برہم تھے کہ ان کو اپنی حرکات اور الفاظ پر پورا اقتدار نہ دیا تھا۔“

اب نظام نے سب کو باہر جانے کا حکم دیا اور ایک مرتبہ پھر تخلیہ ہو گیا اور اس مرتبہ انھوں نے ذاتی مہربانی کی بنا پر اس امر کا اشارہ کیا کہ گورنر جنرل کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کروں کہ وہ نئے معاہدہ کے خیال کو ترک کر دیں اور گورنر جنرل کو یہ کہیں کہ اعلیٰ حضرت کے الفاظ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس امر کا اطمینان کر لیں کہ آئندہ رقوم کی ادائیگی بالکل باقاعدگی کے ساتھ کی جائے گی۔ میں نے جواب دیا کہ میں ہرگز یہ نہیں کر سکتا۔

اس کے بعد نظام نے ایک بے ترتیب سی تقریر کی جس کو میں ہرگز نہیں لکھ سکتا لیکن اس کا خلاصہ اس خیال سے درج کرتا ہوں کہ اس کو پڑھ کر نظام کے متعلق زیادہ صحیح اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ان کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ:-

”بعض لوگ ایسے حالات میں پیدا ہوتے ہیں جو دوسروں کے حالات سے اس درجہ

مختلف ہوتے ہیں اور ان کو ممکن قدر مختلف طریقہ انجام دینا پڑتے ہیں کہ ایک حالات کے لوگ دوسرے حالات کے لوگوں سے قطعی ہمدردی نہیں کر سکتے اور ان کے جذبات کا بالکل لحاظ نہیں کر سکتے۔ مثال کے طور پر ان لوگوں کو لے لیجئے جو آپ کے مانند ہیں۔ کبھی یورپ میں ہیں۔ کبھی ہندوستان میں۔ کبھی گورنمنٹ کی نوکری کر رہے ہیں۔ کبھی فوج میں سپاہی بنے ہوئے ہیں۔ کبھی عوامی کرتے ہیں تو کبھی بازرگانی تک میں مشغول ہیں (میں نے سنا ہے کہ آپ کے طائفہ کے لوگ سوداگر بھی رہے ہیں) ایسے لوگ اس معاملہ میں میرے جذبات کو نہیں سمجھ سکتے۔ میں اس ریاست کا حاکم ہوں۔ میں یہاں اس لیے پیدا ہوا ہوں کہ یہیں رہوں اور یہیں رہوں۔ اس سرزمین میں جو سات پشتوں سے میرے خاندان کی ملک ملی آ رہی ہے کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ میں اپنی ریاست کا ایک حصہ ہمیشہ کے لیے تمہیں دے کر خوش ہوں گا۔ بالکل ناممکن ہے۔ میں ہرگز خوش نہیں ہو سکتا میں اس میں اپنی ذلت سمجھتا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ آپ کے طائفہ میں سے بعض کا خیال ہے کہ اگر مجھے محمد غوث خاں (غلام اکبر) کی طرح بعض ایک بڑے نوکر کی حیثیت سے پیش دے کر رکھا جائے تاکہ میں صرف کھائے اور سونے ہی میں اپنی زندگی گزار دیتا۔ تب بھی مجھے بالکل مطمئن اور خوش ہونا چاہئے تھا۔ یہ کہہ کر عربی میں کچھ کہا جس سے تعجب اور غصہ کا اظہار مقصود تھا۔ اور ایسے لمبے میں کہا جس سے بہت زیادہ برہمی منتشر ہوئی تھی۔ جوش فرو ہوئے کے بعد اعلیٰ حضرت نے مجھ سے کہا کہ شاید تم میرے سمجھنے میں اس قسم کی غلطی نہ کرو گے۔ لیکن تم بھی میرے جذبات کو جو بہ حیثیت ایک حاکم کے میرے سینہ میں ہیں نہیں سمجھ سکتے۔ تم نے مجھے یہ سمجھا یا کہ معاہدہ منظور کر لینے کی صورت میں مجھے آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ کی بھت ہوتی ہے اور تم اپنی دانت میں سے کچھ کہ یہ ایک بہت ہی پسندیدہ چیز پیش کی گئی لیکن یقیناً مانڈرہ اگر اس سے جگتنا بھی بچا لیکن جو تب بھی مجھے چین نصیب نہ ہو گا۔ کیونکہ اپنی ملکیت کے ایک علاقہ کو دے دینے میں میری عزت پر حرج آتا ہے۔

اس کے بعد نظام نے کہا کہ یہ ایک بہت ہی عجیب بات ہے کہ تم مجھ سے ریاست کا ایک

ملاقات مانگتے ہو مالا لکھ الغاف کی رو سے تو تم کو مجھے دینا چاہئے تھا۔ اس لیے تم نے کرنا تک میں سے کوئی وعدہ نہیں دیا جو محمد علی سے لیا گیا تھا۔ محمد علی حیدر آباد کے باجگزار تھے۔ میں نے مختصر الفاظ میں نظام کو جواب دیا کہ کرنا تک کی زمین میں آپ کو ایک ایکڑ کا بھی حق نہیں پہنچتا۔ کیونکہ محمد علی ہماری رٹائی سے بہت پہلے حیدر آباد سے آزاد ہو چکے تھے۔ اور ہم سے اور دوسری قوتوں سے معاہدے کر چکے تھے۔ جن میں آپ کے دادا نظام علی خاں سے بالکل مشورہ نہیں لیا گیا تھا اس بات کا نظام نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ کہنے لگے کہ میرے نمپے قلم اور چمکا کول کے وعدہ کا کیا ہوا اور میرے سات لاکھ روپیہ سالانہ کا کیا ہوا جو میرے دادا نے ان سرکاروں کے عوض نہیں لینا منظور کیا تھا۔ میں نے کیا گناہ کیا ہے کہ مجھے یہ سات لاکھ روپیہ سالانہ نہیں دئے جاتے۔ آخری مسئلہ کے متعلق میں نے نظام کو یاد دلایا کہ پیش کش مذکور ایک کروڑ اور چند لاکھ روپیہ نقد ولیم پائر کیٹی کا قرض ادا کرنے کے بدلے میں بند کی گئی تھی۔ اور یہ وہ رقم تھی کہ جس سے آپ کے والد نے فوج تشکیل دے کر افواج برداشت کئے تھے۔ اس موقع پر میں نے یہ بھی کہا کہ اگر اندہ اہی سے کچھ علاقہ فوج کے افراجات کے لیے دے دیا جاتا تو وہ تکلیف جو پیش کش کے بند ہونے اور موجودہ گفتگو کے پیش آنے سے جو رہی ہے نہ ہوتی۔ اور یہ کہ میں نے ایک مرتبہ بھر زور دیا کہ اعلیٰ حضرت اس معاہدہ کو منظور کر لیں کیونکہ اس شکل کے موقع پر اس سے بہتر اور کوئی روش نہیں اختیار کی جاسکتی۔

اس پر نظام نے بہت زنجیدہ الفاظ میں شکایت کی ویم پائر کیٹی نے ان کو اس بات پر مجبور کیا تھا کہ چمپل جیم اور چمپاکول کی پیش کش کو اپنے ہاتھ سے قبول کر لیں اور یہ خیال ظاہر کیا کہ سات لاکھ سالانہ کا نقصان نہ تھا بلکہ عزت کا نقصان تھا کیونکہ ایک ریاست کی آمدنی کا ضایع ہونا ملک نکل جانے کے ہم سنہ ہے۔ پھر کچھ اسی قسم کی اور بے فواید باتیں ہیں کہ اگر میرے دادا نظام علی جو کہ ایک فہم آدمی تھے زندہ ہوتے تو وہ آپ سے خوب سمجھتے اور آپ کی تمام دلیلوں کو توڑ کر رکھ دیتے۔ لیکن بد قسمتی سے اب وہ اس وقت موجود نہیں ہیں۔ ان کی وفات

کے بعد میرے خاندان کی قابلیت اور سمجھت دو لوگوں اس نظام پر دیر ہو گئیں۔ میں نے نظام سے کہا کہ اگر آپ سرچ سمجھ کر کام کریں تو اب بھی وہی حالت واپس آسکتی ہے۔ میں نے اس بات کی بھی خواہش ظاہر کی کہ آپ ایک مرتبہ اور اس مسئلہ پر پورا غور و فکر کریں اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے سرلیح الملک اور دیگر وعدہ داروں کو بلالیا۔

میں ان دسویں وعدہ داروں کا ذکر اس لیے کر رہا ہوں کہ انہی کے سامنے نظام نے فوج کے متعلق اپنا بیان دیا جس کی بنیاد پر میں کہتا ہوں کہ اب برٹش گورنمنٹ کا یہ حق ہو گیا ہے اور ایک اجماع فرض ہو گیا ہے کہ وہ اس بات پر زور دیں کہ فوج کے افراجات کا ایک سو فیوٹ انتظام کر دیا جائے۔ ان وعدہ داروں میں سے کوئی شخص نہ بولا شاید ان کو کم ہی ہو گا۔

مجھے چونکہ اندیشہ یہ ہوا کہ اگر نظام پر زور دیا گیا تو ممکن ہے کہ یہ گفتگو بالکل ناکام رہے اس لیے میں نے کہا کہ معاہدہ کے اس وعدہ کے متعلق مجھے اجازت دی گئی ہے کہ میں حسب ضرورت ترمیم کر دوں۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ اگر اعلیٰ حضرت مناسب سمجھیں تو یہ علاقہ جات ایک خاص مدت کے لیے دیدے جاسکتے ہیں تاہم اس وقت تک فوج کے افراجات ان سے نکالے جاسکیں جب تک کہ اس فوج کی ضرورت محسوس کی جائے اور اگر نظام کا خیال یہ ہو کہ اب ضرورت اس فوج کی نہیں رہی تو گورنر جنرل بتدریج اس فوج کو بالکل موقوف کر دیں گے یہ جگہ کہ ناقابل لوگوں کو ملحد کر دیا جائیگا جو بڑے ہو گئے ہیں ان کو نہیں دے کر ملحد کر دیا جائے گا۔ اور جبکہ یہ فوج ایک مدت تکلیف میں بالکل موقوف ہو جائے گی تو نظام ان علاقہ جات کو واپس لے سکتے ہیں میں نے یہ بھی بیان کر دیا کہ میری حکومت کا نشانہ نہیں ہے کہ فوج کے افراجات کے لیے ہمیں بہت زیادہ زمین دی جائے اسی لیے نئے معاہدہ کی رو سے موجودہ تعداد سے کم از کم ۴۰۰۰ آدمی کم کر دیے جائیں گے تاکہ مخصوص زمین ان افراجات کی کفالت

کر سکے۔ اگر مجموعہ فتادگی جائے تو افراجات کے لیے زمین کا ایک تہ بڑا حصہ دیا جاوے گا۔ اس پر نظام نے صاف صاف کہا کہ میں تم سے التجا کرتا ہوں کہ تم گورنر جنرل کو کہو کہ میری ہرگز یہ مرضی نہیں کہ فوج کی موجودہ تعداد میں کمی کی جائے میں ان کو غور دینے کی قابلیت رکھتا ہوں اور اب باقاعدہ ہر ماہ ادا کرنے پر تیار ہوں اور میں اس بات کا خود وعدہ کرتا ہوں اور اس وعدہ کو وزیر کے واسطے سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اگر میں آج سے چار ماہ کے عرصہ میں اپنے وعدہ کو پورا نہ کر سکیں تو تم علاقہ جات پر قبضہ کر سکتے ہو لیکن جب تک کہ میری طرف سے وعدہ کی خلاف ورزی نہ ہو گورنر جنرل کو کوئی حق نہیں کہ مجھ سے نیا معاہدہ لے کر یا میری ریاست کا کوئی حصہ الگ کر کے حکام کے تحت میں بیکر چھپے نہیں کرے۔ اس غرض سے کہ اس کی نسبت کسی قسم کی غلط فہمی نہ رہ جائے اور جو دوسری امر موجود تھے ان کے ذہن میں یہ بات پوری طرح جم جائے۔ میں اس تقریر کو دہرایا اور نظام سے دریافت کیا کہ کیا آپ یہ پیغام گورنر جنرل کو بھیجنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں اور ان الفاظ کو دہرایا کہ اگر میں اپنے وعدہ کو پورا کرنے میں ناکام ہوں تو آپ جو چاہیں کریں اور علاقہ جات پر قبضہ کر لیں۔

ملک آصفیہ کا

مقبول ترین جریدہ روزنامہ صبح وکن ہے جس میں اسٹرا اور اسوسی ایڈ پریس کے تازہ ترین تنازعہ اسلامی مالک کی اہم خبریں دیکھ سکتے ہیں اور اقتباسات شائع ہوتے ہیں یہ جریدہ اپنی سنجیدہ نگاری اور آزاد خیالی کی وجہ سے ملک میں بڑی مقبولیت رکھتا ہے۔ چند سالانہ بلدہ سے عہد شکاری سے سماجی اصلاح سے مدد شکاری سے سماجی اصلاح سے مدد شکاری سے

نیوزنامہ صبح وکن افضل گنج حیدر آباد دکن

برائے خطا

از جناب جوش ملیح آبادی

راہ پر پھر آسمانِ فتنہاں آگے
یوں نہ آہیں بھر کہ پھر اس محفلِ خاموش میں
سبزہ خوابیدہ کو سر سبز رکھو ماں ای برار
شعلِ امید روشن رکھ، مریضِ جاں بلب
دہونہ بام و در کی نقاشی کہ پھر اس قصر میں
ثل نہ کر شانوں کو نام سو کھل ہے اس میں
سر و سبیل کی نگہداری سونا داں! ہوشیار
جل گئیں کلیاں تو کیا پروا کہ پھر وہ لہ رخ

شرودہ ای جو تے تنکے مایہ کہ طوفا آگے
یارِ مثل ابر، رقصان و غزلو آگے
پھر عیے گلگشت سلطان گلستاں آگے
تیرے غم خانے میں پیک آجیو آگے
گلننا تا قاصدِ شمع شبستاں آگے
پھر کسی کسار و ان زلفِ میچاں آگے
اس مہین میں پھر پیامِ ابر و باراں آگے
صد گلستاں برن و صد گل بدما آگے

شب کو دل پر نہ چھانے دو کہ پھر کچھ دن بعد
تیرے پہلو میں شبِ فتنہاں آگے

لارڈ کرزن کی دوائی پٹ

۱۹۰۲ء کا معاہدہ

گفتگو کا آغاز کیا گیا تھا تو ابتداً حکومت برطانیہ کا مطالبہ یہ تھا کہ برار کو ہمیشہ کے لیے اسکے حوالے کر دیا جائے۔ ۳۰ مارچ ۱۸۵۳ء کو لارڈ کرزن نے مجوزہ معاہدہ کا جو مسودہ کرنل لوکے نام بھیجا تھا اس کی دفعہ ۶ کے الفاظ یہ تھے۔

”مذکورہ بالا حیدرآباد کنٹینٹ کے معاہدہ کی بقا و بقا و ادائیگی کے لیے ہر ماہ میں نظام اس معاہدہ کے ذریعہ آئین الیٹ انڈیا کمپنی کو دوائی طور پر دو تمام اضلاع سپرد اور تجویز کرتے ہیں جن کے نام اس معاہدہ سے منسلک مہیمہ میں دئے گئے ہیں“

جب یہ مسودہ نواب ناصر الدولہ کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے سب سے زیادہ جس چیز کی مخالفت کی وہ یہی دوائی تقوین تھی جس کے خلاف ان کی ناراضی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ انگریزی سلطنت کی شدید دیکھیں کے باوجود اس کو قبول کرنے سے سختی کے ساتھ انکار کرتے رہے اور انگریزی ریونیوٹ کو یقین ہو گیا کہ اگر اس پر زیادہ زور دیا گیا تو اعلیٰ حضرت معاہدہ ہرگز نہیں کریں گے۔ تب اس نے ”دوائی طور پر“ کے الفاظ نکال دئے اور اس شرط پر معاہدہ کیا کہ جب تک کنٹینٹ کی ضرورت رہے گی اس وقت تک برابر انگریزی انتظام میں رہے گا مگر اس کو اپنے ۳۰ مارچ ۱۸۵۳ء کے مراسلہ میں لکھا ہیکہ ”میں نے جب دیکھا کہ لفظ ”دوائی“

imperpetuity سے نظام کی ناراضی انتہا درجہ کو

اعلیٰ حضرت عمراں مکاں نے مندرجہ اسے سلطنت ہونے کے بعد استر واد برار کے مسئلہ کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور انگریزی حکومت کے ساتھ غایت درجہ کی وفاداری کا اظہار کرتے رہے انھوں نے افغانستان اور مصر کے مسائل میں اپنی فوجی امداد انگریزی حکومت کو پیش کی شش ماہ میں جبکہ روس کا خطرہ بڑھ رہا تھا تو مرحوم نے سرحد کی حفاظت کے لیے ۶۰ لاکھ روپیہ اور ایک کثیر فوج سے حکومت کی مدد کرنے کی خواہش ظاہر کی اور فرمایا کہ اگر ضرورت ہو تو میں بذات خود میدان جنگ میں جاؤں گا۔ اعلیٰ حضرت کے اسی پیش کش سے اسپرل سرس ٹروپس کا تین پید ا ہوا ۱۸۵۳ء میں انھوں نے اسپرل گورنمنٹ کی مدد کے لیے ۱۰۰ سو اربل کا ایک رسالہ قائم کیا۔ اور نومبر ۱۸۵۳ء میں برٹش گورنمنٹ سے یہ سمجھوتہ کیا کہ جب کسی میدان جنگ میں ان کی فوج جائے گی تو وہ انگریزی افواج کے تائید اعلیٰ کے ماتحت رہے گی۔

اس وفاداری اور استر واد برار کے حق میں بے اعتنائی کا یہ انعام ملا کہ ۱۸۵۹ء میں لارڈ کرزن نے مندرجہ مسئلہ برار کو چھوڑا اور انہیں ناجائز طریقوں سے جو پہلے ولہندی اختیار کر چکا تھا، برار کا دوائی پٹ حاصل کر لیا۔ یہ کارروائی جس طریقہ سے عمل میں لائی گئی اس کی صحیح کیفیت ظاہر کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ۱۸۵۰ سال پہلے کے واقعات سے اس کا سلسلہ جوڑا جائے۔

دوائی تقوین کیلئے پہلی کوشش

۱۸۵۳ء میں جب تقوین برار کے معاہدہ کی

پہلی ہوئی ہے اور مجھے اندیشہ ہوا کہ میں نے اس لفظ پر زیادہ اصرار کیا تو تمام گفت و شنید ہی ناکام ہو جائے گی تو میں نے یہ اعلان کیا کہ اس اسکیم کا بیحد اسیا ہے جس کے متعلق میری حکومت نے مجھے آزادی تھی کہ اگر ضروری ہو تو اسے بدل دوں اور میں نے باضابطہ (formally) یہ اعلان کر دیا کہ اگر ہر ماہ میں چاہتے ہیں تو یہ اضلاع کنٹینٹ کی پرورش کی غرض سے محض اس وقت تک کے لیے تقوین کئے جاسکتے ہیں۔ جب تک انہیں اس کی رضی کنٹینٹ کی ضرورت رہے اور مزید برار میں لے لیا کہ اگر ہر ماہ میں مجھ سے یہ خواہش ظاہر کریں کہ وہ اس فوج کی ضرورت نہیں سمجھتے تو گورنر جنرل ان کو بتدیج تحقیق کر کے کلیتہً برطرف کر دینگے اور جب یہ ساری فوج توڑ دی جائیگی جس میں چند ہی سال کی مدت صرف ہوگی تو نظام ان اضلاع کو اپنے انتظام میں لے لیں گے“

دوائی تقوین کی جانب دوسرا قدم

اس طرح تقوین کے محض عامی ہونے کا اعلان دلا کہ ۱۸۵۳ء میں برار پٹ حاصل کیا گیا تھا جب یہ ابتدائی مرحلہ طے ہو گیا تو سات سال بعد اس موقع کی جانب دوسرا قدم بڑھایا گیا ۱۸۵۹ء میں لارڈ کرزننگ کی گورنمنٹ نے نواب فضل اللہ سے خواہش ظاہر کی کہ وہ ملک برار کو کمشنری ناگپور سے منتقل کرنے کی اجازت دیدیں۔ اور ملک کی آمدنی میں سے منافع کا مطالبہ ترک کر دیں۔ سر سالار جنگ نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ اگر ایسا کیا گیا تو تقوین برار کی بالکل دی حیثیت ہو جائے گی جو براری کے علاقہ کی ہے۔ اور اس طرح ”الحاق“ اور تقوین میں کچھ فرق نہ رہے گا اس معقول اعتراض کا حکومت ہند کے پاس کوئی

Hyderabad affairs

Vol. 11, P. 605

۱۸۵۹ء میں کرنل فریڈرکسن کا مراسلہ مورخہ مارچ ۱۸۵۹ء میں خارجہ۔

جواب نہ تھا۔ اس لیے اس نے تحریکی و اطلاع سے کام نکالنے کی کوشش کی اور سرکار نظام کو دینٹ کی معرفت لکھا کہ :-

گورنر جنرل باجلاس کونسل ان اصلاح کو کلیدی نظام کے مفوضات کا ایک حصہ سمجھتے ہوئے اور برٹش گورنمنٹ کے کسی منہ میں ان کو ضم کرنے سے احتراز کرتے ہوئے منشی انتظامی آسانی اور خرچ کی کفایت کے لیے یہ چاہتے ہیں کہ انہیں کمشنر ناگپور کی نگرانی میں دیدیں اس طریق سے جو پیش کش کا عمدہ ٹورڈیا جاسکیگا اصلاح مفوضہ کے انتظام کے لیے دوسرا عملہ جو مدیر آباد میں رکھا جاتا ہے اسے بھی موقوف کیا جائے گا۔

اور بہت سی دوسری تخفیف مصارف سے متعلق اصلاحیں عمل میں لائی جاسکیں گی بلکہ

لیکن اس اطلاع کا بھی حنفی نظام پر کچھ اثر نہ ہوا اور جب ان پر زیادہ زور ڈالا گیا تو انہوں نے صاف کہا کہ تم ہمیں ایسے امور کو قبول کرنے پر مجبور کرتے ہو جن کو ہم نہیں چاہتے اور کلہ منظر کے اعلان کے باوجود ہندوستانی حکومت ہمارے سامنے پھر وہی جاہلانہ سلوک کرنا چاہتی ہے جس کی بدولت اس سے پہلے ہم سالہا سال تک مالی مشکلات میں مبتلا رہے ہیں۔ انگریزی حکومت تہیہ کو محکمہ کے سر جان سینئر کی پرانی اسکیم کے مطابق برابر ناگپور، ساگر اور زبدا کے علاقوں کو مل کر ایک صوبہ متوسط قائم کرے اور میان ملک طے ہو چکا تھا کہ اس جدید صوبہ کا پہلا نشست گورنر حکومت ہند کے مسند امور خارجہ سر سیسل بیٹن کو بنایا جائے مجموعہ دیکھا کہ نظام اس نقطہ پر اتنی سمجھی کے ساتھ جیسے ہوتے ہیں کہ تخلیق اور تربیت کے بیڑا میں مرمی و خوشی سے اس کو نہ چھوڑیں گے تو حکومت ہند نے کسی دوسری فرصت کے لیے اس ارادہ کو ملتوی کر دیا اور بلا واسطہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے بجائے بالواسطہ حاصل کرنے کا طریقہ اختیار کیا۔

۱۸۸۵ء میں سرکاری گورنمنٹ آف انڈیا کا مراسلہ نمبر ۲۸۸۹ء میں خارجہ۔

۱۸۸۵ء میں سرکاری گورنمنٹ آف انڈیا کا مراسلہ نمبر ۲۸۸۹ء میں خارجہ۔

یہ بالواسطہ حاصل مقصد کا طریقہ یہ تھا کہ آمد و خرچ کا حساب پیش کرنے کی شرط ۱۸۵۷ء میں لگائی گئی تھی اور وہی گئی اور حکومت کے لیے اس حق کو محفوظ کر لیا گیا کہ وہ برار کی آمدنی میں سے قتنا چاہے خرچ کرے۔ چنانچہ ۱۹۱۹ء میں سرکار حکومت ہند کے صیغہ خارجہ کی جانب سے یہ تقریر کر دی گئی کہ :-

گورنر جنرل باجلاس کونسل اس بات پر راضی ہیں کہ اصلاح مفوضہ کی آمدنی میں سے نظم و نسق کے مصارف ادرہ اخراجات جو اس پر عاید کئے گئے ہیں و منہ کر کے جو کچھ رقم بچے وہ سرکار نظام کو ادا کرے۔ گورنر رضامندی صرف اس غاصبت پر ہے کہ اس میں برٹش گورنمنٹ کے لیے پچھلے کی زیادہ سے زیادہ گنجائش رکھی جائے۔ اور ان اصلاح کے نظم و نسق کے لیے تمام وہ اخراجات جنہیں گورنمنٹ کے عہدہ دار مناسب اور ضروری سمجھیں گے انہیں قبل اس کے کہ کوئی خاص باقی سرکار نظام کو ادا کیا جائے اس میں سے وضع کر لیا جائے گا اور سرکار نظام کو اس پر اعتراض کرنے کا حق نہ ہو گا اور اگر ایک سال آمدنی سے خرچ زیادہ ہونے کے باعث گھٹا آیا تو اسے دوسرے سال کی بچت سے پورا کر لیا جائے گا۔

اس شرط کو نظام نے طوعاً کرہاً منظور کر لیا اور ۱۸۵۷ء کے معاہدہ کی دفعہ چہارم میں یہ بات طے کر لی گئی کہ اخراجات کی مقدار کلیدی برٹش گورنمنٹ کے اختیار میں رہے گی۔

برار کی بچت کس طرح ادا کی گئی

اس سلسلہ کو منظور کر لینے کے بعد یہ فیصلہ کر لیا گیا کہ برار کے خزانہ سے جہاں تک ممکن ہوگا نظام کو بچت کا ایک حصہ نہ دیا جائے گا معاہدہ طے ہونے ہی دوسرے سال سے گورنمنٹ کے اخراجات تقریباً دو گنے ہو گئے تھے۔ ڈھیر کی زمانہ میں تو صرف ۳۸ لاکھ سالانہ خرچ کئے جاتے تھے۔

۱۸۵۷ء میں خارجہ۔

۱۸۵۷ء میں خارجہ۔

اب ان کو بڑھا کر ۸۱ لاکھ کر دیا گیا (حالانکہ ۱۸۵۷ء اور ۱۸۵۸ء کے درمیان ۲۴ لاکھ سے زیادہ تھے) نظم و نسق کے مصارف ۲۵ فی صدی سے بڑھ کر ۳۳ فی صدی ہوئے پھر ۵۰ فی صدی اور آخر ۵۵ فی صدی تک ان کو پہنچا دیا گیا۔ ۱۸۵۰ء میں میل رقبہ اور ۲۸۹۰۰۰۰ کی آبادی رکھنے والے صوبہ کا عملہ اس زمانہ میں صوبہ مدرکس کے برابر تھا جس کی آبادی ۳ کروڑ ۸۲ لاکھ تھی اور جس کے حدود و طرہ لاکھ ۴۰ میل پر محیط تھے اس چھوٹے صوبہ کو ۹ اصلاح پر تقسیم کیا گیا اور ضلع میں ایک کلکٹر ۱۵ مدرکار اور ۴۰ ازایہ مدرکار رکھے گئے۔ اور اسی نسبت سے دوسرے محکمہ میں بھی انتہا درجہ کی دریا دلی کے ساتھ فضول عملہ رکھا گیا جس کا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ یار و فادار کو اس وقت تک ایک چیمہ نہ ملے جب تک وہ اپنے ملک کو کمشنری ناگپور سے ملحق کرنے پر راضی نہ ہو جائے !

برار کی آمدنی ۱۸۵۷ء تک ۲۴ لاکھ تھی دوسرے سال ۴۰ لاکھ ہو گئی ۱۸۵۷ء میں ۷۰ لاکھ ہوئی۔ اور ۱۸۹۹ء میں ایک کروڑ تک پہنچی۔ لیکن اتنی حیرت انگیز توفیر کے باوجود ۱۸۵۷ء سے ۱۸۹۹ء تک جو بچت کی رقم سرکار نظام کے لیے نکالی گئی اس کا اوسط ۹ لاکھ سے بھی نہ بڑھا بلکہ ۱۸۹۹ء اور ۱۸۵۷ء کے درمیان تو صرف ۷ لاکھ کا اوسط رہا اور ۱۸۵۷ء میں ایک پانی کی بھی بچت نہ نکالی گئی پھر فریدیہ کہ برار کی آمدنی میں سے ۹۰ لاکھ کی ایک رقم خطہ "توقا" کی ضروریات کے لیے محفوظ بھی کر لی گئی، حالانکہ اسے ملک کے اصل مالک کے خزانہ میں پہنچنا چاہئے تھا۔

۱۸۵۷ء میں جب برار کی نئی جمہوری بننے والی تھی اور یہ امید تھی کہ اس میں اس صوبہ کی آمدنی ایک کروڑ ۱۴ لاکھ ہو جائے گی، تو یہ تجویز پیش کی گئی کہ گورنمنٹ کے مصارف ۳۵ لاکھ اور نظم و نسق کے مصارف ۵۰ لاکھ رکھ کر سرکار نظام کے لیے ۳۱ لاکھ کی بچت نکالی جائے لیکن اس تجویز کو انگریزی حکومت کے سرکاری معلقین میں سخت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا۔ اور یہ تجویز جہاں سے نکلی تھی وہیں دفن ہو گئی۔

ان بہیم حق تعلیموں پر جب سرکار نظام کی طرف سے شکایت کی گئی تو ۱۸۹۹ء میں لاڈ جارج (مجلس وزیر ہند) نے اس طرف توجہ کی اور

حکومت ہند کو لکھا کہ :-

میں اس صورت حال کو قابل اطمینان نہیں سمجھ سکتا اور یورپ کی حکومت کی خاص توجہ کے لیے اس معاملہ کو بدین غرض پیش کرتا ہوں کہ کفایت بخاری کی ایسی تہذیب و تہذیب کی جائیں جو ہر ایک مالی پوزیشن کو ایسی بنیاد پر قائم کرنے کے لیے قابل عمل بنائی جائیں جس سے نظام کو ادا کرنے کے لیے مخارج پر مدخل کی کافی زیادتی نہ ملے۔

اس کے جواب میں حیدرآباد کے رزیدنٹ نے ایک طویل رپورٹ بھیجی جس کا خلاصہ یہ ہے :-
دو دنوں حکومتوں کے سفارشات تقاضہ یہ ہے کہ ان شرائط پر از سر نو غور کیا جائے جن کے ماتحت برادر کا موجودہ انتظام چل رہا ہے تاکہ ہر ماہ میں نظام کو ان کے ان اخراجات سے جو جاری تفویض میں ہیں اس سے زیادہ ہا قاعدہ اور معین آمدنی کی بجائے جتنی موجودہ معاہدہ کے تحت دیکھا جاتا ہے اس سے سما میں معاہدہ کی شرائط کی پوری پابندی کی گئی ہے، مگر معاہدہ خود ہی ایسا ہے کہ نظم و نسق میں کسی کفایت بخاری کا موقع نہیں دیتا اور زیادہ بچت نکالنے سے روکتا ہے اب تک بڑی سے بڑی رقم جو کسی ایک سال میں ہر ماہ میں کوئی گئی ہے وہ ۱۸۶۵ء میں ۳۰۰۰۰۰ روپیہ تھی چند سال پہلے گزرے ہیں جن میں کوئی بچت ہی نہیں نکلی اسلئے ۱۸۶۵ء سے ۱۸۶۷ء تک قریب قریب ۹ لاکھ روپیہ سالانہ کی رقم نظام کو دی گئی ہے زیادہ قریبی زمانہ میں تو ایسے حالات پیش آ گئے ہیں کہ آئندہ چند سال کے لیے بچت نکالنے کا موقع ہی نہیں رہا۔

بہر حال صاف ظاہر ہے کہ چالیس سال سے برابر یا مستحیدر آباد کے لیے معین ایک غیر معین اور گھٹتی برصغیر آمدنی کا ذریعہ رہا ہے اور موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے اس صورت حال میں کسی قسم کا تغیر ہونے کی کوئی امید نہیں ہے دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ تھا کہ

اگر نظام ۱۸۶۷ء کے معاہدہ کو بدل کر حکومت ہند کی سرمنی کے مطابق دوسرا انتظام کرنے پر راضی نہ ہوں گے تو جس طرح چالیس سال سے ان کو غیر معین اور گھٹتی برصغیر آمدنی ملتی رہی ہے اسی طرح آئندہ بھی ایسی ہی ملتی رہے گی بلکہ آئندہ اتنی بھی ملنے کی امید نہیں ہے۔ ایک طرف تحفظ کے باعث سرکار آئینہ کی مالی حالت حد درجہ خراب ہو رہی تھی۔ آمدنی کی کمی اور خرچ کی زیادتی نے اس کو سخت پریشانی میں مبتلا کر رکھا تھا۔ اور اسے دوڑ کے قریب قریب لینا پڑا دوسری طرف وہ ہر انا دوست جس کی مدد کے لیے نواب میر محبوب علی خاں مرحوم نے ۶۰ لاکھ روپیہ کی رقم اپنی رعایا کی ادب و بکثت ضرورت خود اپنی جہانی خدمات کے ساتھ پیش کی تھی۔ ان سے یہ کہہ رہا تھا کہ میں تمہارے ملک کے سب سے زیادہ ذخیرہ صوبہ سے تم کو اس شدید ضرورت کے موقع پر اس وقت تک ایک چیمہ نہ دوں گا جب تک تم میری ان شرائط کو نہ مان لو گے جنہیں تمہارے والد نے چالیس سال پہلے نامتناظر کیا تھا۔

لارڈ کرزن کی کامیابی

یہ نازک حالت تھی جس میں برار کی آمدنی کے مسئلہ کو حل کرنے کے لیے سرکار نظام نے ۱۸۶۷ء میں گفت و شنید کا سلسلہ شروع کیا۔ جو چند مہینے تک چلتا رہا۔ آخر ۱۸۶۷ء کے اوائل میں لارڈ کرزن نے خود حیدرآباد جا کر اس کو حل کرنے کا قصد کیا اور ۱۴ مارچ کو اعلیٰ حضرت مرحوم سے وہ تاریخی ملاقات کی جس کا نتیجہ ایک محبوبہ کی شکل میں ظاہر ہوا اس سفر کا مقصد خود لارڈ کرزن ہی نے اپنے ۱۳ نومبر ۱۸۶۷ء کے ایک مراسلہ میں اس طرح بیان کیا ہے :-

امتداد زمانہ سے یہ (۱۸۵۳ء اور ۱۸۶۷ء کے) ملے نکلے ہوئے معاملہ غیر مناسب بھی ہو گئے تھے اور صوبہ بھی اس کے ساتھ ہی کچھ کچھ نزاعات بھی پیدا کرتے رہتے تھے۔ گورنمنٹ آف انڈیا کی جانب موجود الوقت انتظام کی خرابی پہنچی کہ معاہدات کے ماتحت صوبہ کا قومی

دو ایرانی نظم و نسق نافذ اور سرساز تھا اور ہر ماہ کی سن کی جانب تیزی سے خواہش فاضل باقیات کی اس غیر معین اور ناپائیدار حالت سے پیدا ہوتی تھی جس کی بے مضابطگی و پراگندگی ریاست کے مالیات میں بے ثباتی کا انوسس ایک عنصر پیدا کر رہی تھی۔

آگے چل کر لارڈ کرزن کہتا ہے کہ اس عقدہ کا حل اس نے یہ سوچا تھا کہ ان انتظامی دشواریوں کو ایسے طریقہ سے دور کیا جائے جس سے ہر ماہ میں نظام کو ان کی مملکت کے اس خطہ سے ایک معین آمدنی حاصل ہو سکے اور ہر سال ۲۸ لاکھ آبادی کے لیے ان حالات اور مراتب کے استمرار کا اطمینان کر لیا جائے جن سے وہ خوش حالی کے بلند درجہ پر پہنچ گئے ہیں۔ ان حالات اور مراتب کا استمرار دوسرے الفاظ میں برٹش گورنمنٹ کے فیصلہ و تصرف کا استمرار تھا۔ اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر لارڈ کرزن نے گفت و شنید کا آغاز کیا اور اعلیٰ حضرت میر محبوب علی خاں کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ برٹش گورنمنٹ کو برار کا دوامی پٹہ اس شرط پر دیدیا جائے کہ وہ جس طرح چاہے اس کا انتظام کرے اور اس کے عوض ۲۵ لاکھ روپیہ سالانہ کا مستقل خراج سرکار نظام کو دے۔ اول اول اعلیٰ حضرت مرحوم نے اس تجویز کو قبول کرنے سے انکار کیا اور برار کی واپسی پر زور دیا، مگر جب لارڈ کرزن نے انہیں یقین دلادیا کہ برار کو واپس نہ کیا جائے گا اور ۱۸۶۷ء کی شرائط پر قائم رہنے سے وہ برار کی آمدنی کا بھی قایدہ نہ تھا سکتے تو مجبوراً انھوں نے لارڈ کرزن کی اس تجویز کو قبول کر لیا اور وہ فوراً ۱۸۶۷ء کو فریقین کے درمیان ایک معاہدہ ہو گیا جس کی دفعات حسب ذیل ہیں :-

دفعہ اول :- ہر ماہ میں نظام جن کے

شاہی حقوق انتظام معوضہ پر از سر نو تسلیم کئے جاتے ہیں ان اخراجات کو دوامی پٹہ پر برٹش گورنمنٹ کے حوالہ کرتے ہیں جس کے عوض برٹش گورنمنٹ ان کو ۶ لاکھ روپیہ سالانہ کا معین اور مستقل اخراج ادا کرے گی۔

دفعہ دوم :- حکومت برطانیہ انتظام معوضہ میں اس عمل اور فیصلہ مشترک فیہ اختیار

نواب میو تراب علی خان مر سالار جنگ اعظم (از سنہ ۸۵۳ھ تا سنہ ۱۸۸۳ء)



جنہوں نے مدت العمر اسپرداد برار کیلئے انگریزوں کے مقابلہ میں آئینی جدوجہد کی



وہ : ہادی د پلوسی کی اخوان و اہل کس
 (اسم : ہادی د پلوسی ۱۶۲ ع)
 کی : ہادی د پلوسی سابقہ از پلوسی جید و اہل



جہاں شہزاد سائفر زاید: شہزاد آباد
(۱۳۱۴ء تا ۱۳۱۵ء)
قیف: شہزاد آباد کے باشندے علی بن زید بن



پچھلے معاہدات کی رو سے ان کو برار کی دایمی کا مطالبہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور اگر وہ ایسا کریں گے بھی تو اس سے ہرگز نہ قبل کیا جائے گا معاہدہ کی لغت و شنیع کے مستقل لارڈ کرزن نے جو نوٹ لکھا تھا اس میں وہ خود کہتا ہے۔

میں نے جب سنا کہ ایسی طرح فائدہ مند شرائط ہر ہائی سن کو لیند نہیں آئیں تو مجھے سخت مایوسی ہوئی اگر ان شرائط کو رد کر دیا گیا تو حکومت کو جو وہ پوزیشن کی طرف رجوع کرے گی جس کے لیے کوئی مدت متعین نہیں ہے اور جس میں ہر سال پچاس سال سے نسبتاً بہت کم مالی معاونت دے کر اس نئے سے استفادہ کر رہے ہیں جو دراصل مفقود بالذات ہے اس کے علاوہ ایک اور وجہ بھی ہے جسکی بنا پر مجھے موجودہ تجاویز کے ناکام ہونے پر افسوس کرنا چاہئے اگر ان کو رد کر دیا گیا تو یہ حدودہ غیر متوقع ہے کہ میرے بعد آنے والا کوئی دیر لمبے اس سوال کو دوبارہ اٹھیلے گا یا برطانیہ کی کوئی حکومت ایسی بات کو دوبارہ رد کرنا پسند کرے گی اس لیے ہر ہائی سن کو ایسی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ تصفیہ کا جو منہ اب ان کو دیا جا رہا ہے اس کے دوبارہ پیش کئے جانے کی توقع نہیں ہو سکتی اور یہ کہ ایسی صورت میں معاملات کی موجودہ ترتیب ہی ایک دایمی صورت اختیار کر لے گی۔

مگر انھوں نے (یعنی نظام نے) یہ معلوم کرنے کی خواہش کی کہ آیا جدید تعلیم میں انھیں یہ آزادی باقی رہے گی کہ آئندہ کسی وقت وہ برار کی دایمی کا مطالبہ کریں؟ اسکا جواب میں نے یہ دیا کہ اگر برار دایمی پٹ پر برٹش گورنمنٹ کو دید یا گیا تو ہر ہائی سن کے لیے ایسی کوئی درخواست کرنے کا موقع نہ رہے گا کیونکہ اس وقت صوبہ کی قسمت کا فیصلہ پہلے ہی نہیہ کے ذریعہ ہو چکا ہو گا پھر ہر ہائی سن نے پوچھا کہ آیا موجودہ حالات میں اس کا کوئی امکان ہے کہ برار ان کو دید یا جائے؟ میں نے جواب دیا کہ معاہدات میں ایسی کوئی

میں سنوڑی سی ترمیم ہو گی۔ جس کے مطابق ایسا انتظام ہو گیا کہ ۲۵ لاکھ کی پوری رقم تیس سال بعد سرکار نظام کو ملنی شروع ہو جائے گی۔

۱۹۰۲ء کے معاہدہ پر تبصرہ

یہ معاہدہ تین ٹنک ہوا اور سرکار نظام اس کی تصدیق بھی کی لیکن سوال یہ ہے کہ قانونی حیثیت سے یہ کہاں تک ایک جائز معاہدہ تھا اس کے لیے حسب ذیل امور قابل غور ہیں۔

(۱) اعلیٰ حضرت میر محبوب علی خاں مرحوم ہمارا دودھی پٹ لکھنے کے لیے ہرگز تیار نہ تھے جس وقت یہ تجویز ان کے سامنے پیش کی گئی تو انہوں نے ادا امرار اور اعیان سلطنت کی کونسل نے بالاتفاق اس کی مخالفت کی اور ۳ مارچ ۱۸۵۷ء کو سب کے مشورہ سے اعلیٰ حضرت مرحوم کی جانب سے ایک خط لارڈ کرزن کے نام لکھا گیا۔ جسے خود مرحوم اپنے ہاتھ سے پیش کرنے والے تھے اس خط میں لکھا تھا کہ۔

میں اس پر اس نے جھگڑے میں نہیں پڑنا چاہتا کہ استر واد برار کے لیے میرے حقوق کیا ہیں اس کے متعلق معاہدات اور دوسرے سرکاری مہود و موافق کے معنی کیا ہیں میں پورے بھروسہ کے ساتھ ان حالات کو پورا کسلٹی کی توجہات کرنا نہ دوستقائد چھوڑتا ہوں۔ میں آپ کے توسط سے خرمی شہنشاہ عظمیٰ کی خدمت میں صرف یہ گزارش کرنا کہ وہ لطف و کرم کی ایک خاص ملاحت کے طور پر برار واپس کر دیں اور میں یہ اجازت چاہوں گا کہ پور لارڈ شپ کو اس معاملہ میں اپنا فیصلہ بناؤں میں پورا یقین رکھتا ہوں اور مجھے کامل بھروسہ ہے کہ میری یہ گزارش ہر محبتی کی تاج پوشی کے مبارک موقع پر دریا گیا نہ جاگی

(۲) اعلیٰ حضرت مرحوم اپنے اس مطالبہ سے ہرگز دایمی پٹ کی تجویز کو قبل کرنے پر صرف اس وقت راضی ہوئے جب لارڈ کرزن نے ان کو پورے زور کے ساتھ یہ یقین دلادیا کہ

واقعتاً کو ہر بار دیکھتے ہوئے جو اسے ۱۸۵۳ء اور ۱۸۵۷ء کے معاہدات کی رو سے حاصل ہوا اس امر میں آزاد ہوگی کہ بلا لحاظ ان معاہدوں کی خلاف ورزی کے خلاف موقوفہ کا ایسے طریقہ سے انتظام کرے جسے وہ پسند کرتی ہو نیز یہ کہ ان افواج کو جو حیدر آباد ٹینٹ کے نام سے قائم ہیں جس طرح مناسب سمجھے از سر نو تعمیر کرے تکلیف کرے تفصیل کرے اور اگر ان کے البتہ ۱۸۵۳ء کے معاہدہ کی دفعہ ۳ میں نہ رہا میں کے مقروضات کی حفاظت کا جو اقرار اسے کیا ہے اسے جیسا کہ واجب ہے پورا کرنے کا بندوبست کر دے گا۔

اس منقرعے معاہدہ کے ذریعہ لارڈ کرزن نے صرف یہ فائدہ نہیں اٹھایا کہ برار کا دایمی ٹنک حاصل کر لیا جو پچاس سال پہلے باوجود ٹینکوں اور ٹینکوں "objurgation and threats" کے حاصل نہ ہوا تھا بلکہ برار کو ناگپور کی کشتنری سے ملنے کر کے ایک صوبہ متوسط بنانے کی تمنا بھی پوری کر لی جسے ۱۸۵۷ء میں نواب افضل الدولہ نے رو کر دیا تھا اور حیدر آباد ٹینٹ کو توڑ دینے کا بھی اختیار حاصل کر لیا۔ حالانکہ اسی فوج کی خاطر صوبہ برار سرکار نظام سے حاصل کیا گیا تھا اسکا اس فوج کو توڑ دینے کے بعد اس صوبہ پر انگریزی قبضہ رہنے کی کوئی معقول کیا سنی نامعقول وجہ ہی نہ تھی ایسے عظیم فوائد کے مقابلہ میں انگریزی حکومت نے صرف ۲۵ لاکھ سالانہ کی رقم پیش کی اور بھی اس شرط کے ساتھ کہ اس سال سے ہر سال ٹنک ۱۰ لاکھ روپیہ سالانہ برار کے قرضوں (Berar loans) میں اور ایک غیر متعین مدت تک ساڑھے آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ حیدر آباد کے قرضہ Hyderabad loan میں دینے کا تار ہے گا۔ اور سرکار نظام کو ان کے سب سے زیادہ زرخیز صوبہ سے صرف ساڑھے چھ لاکھ روپیہ سالانہ ملے گا بعد میں سرکار نظام کی درخواست پر اس شرط

بالکل ناپید ہیں اور ان کا اس نام سے
باقی رہنا خربا میں کے لیے نفرت
انگیز بھی ہے اور بے موقع بھی
نفعول خرج "نا قابل اطمینان" زاید از ضرورت
نفرت انگیز اور بے موقع تسلیم کیا گیا اور اس کے
توڑ دیے پیرس کا نظام اور سرکار انگریزی کے
درمیان اتفاق ماسے ہو گیا۔ اس اتفاق ماسے
سے اضلاع برار کو تاجہ داس کر دینے کے لیے
وہ شرط پوری ہو چکی تھی جو شاہ عین لارڈ لیکل
نے مقرر کی تھی مگر لارڈ کرزن نے عقل، منطق

معادلات اور مواضع سب کے خلاف ملت
کو مرتفع کرنے کے بعد بھی منحل کو برقرار رکھا
اور کمیٹی کے کو توڑ دینے کے باوجود ملک کو اپنے
تبعہ میں رکھنے پر اصرار کیا حالانکہ اس سرکار
نظام کے طرف سے انگریزی حکومت پر کوئی
ایسی ذمہ داری باقی نہ تھی جس کو ادا کرنے
کے لیے کل مالک محروس کا تیسرا حصہ
اس کو دینے کی ضرورت باقی رہتی ہے۔
یہ امور ایسے ہیں کہ جن کی بنا پر شاہ
کا یہ معاہدہ قطعاً ناجائز قرار پاتا ہے اور اس کی
حیثیت اس کے سوا کچھ نہیں رہتی کہ سلطنت
سب سے زیادہ زرخیز حصہ ہونے کے لیے ان سے حاصل

برطانیہ کے دلیرانے نے اپنے دفاع اور دست
کو دھوکہ دے کر اور غلط باتیں باور کرا کے
لاٹھی کی حالت میں ایسی دستاویز پر دستخط حاصل
کر لیے جس پر خود دلیرانے کے اپنے اعتراضات
کے مطابق وہ ہرگز دستخط نہ کر سنا اگر اس کو
معادلات کے اصلی معانی سے باخبر ہونے دیا جاتا
تو لارڈ کرزن نے قطعاً اعلیٰ حضرت مرحوم سے تنہائی
میں یہ معاملہ طے کیا اور اہلہام یا کسی اور واقعہ
کا رد معاملہ فہم تیسرے کو سنا دیا رکھنے کی اجازت
نہ دی اور ان کو نادانیت میں بہ زور دیا اور
قطعاً اہل کا یقین دلا کر ان کے آہائی ملک کا
کر لیا۔ (ماخوذ از "دعوت" صفحہ ۱۰ حکومت اصفیہ کی سیاسی

توید مسر

از کپتن محمد اعجاز علی شہرت

کیا نوید جانفزائی ہے بعد از انتظار ہو مایک گل غمناقی مہیں اہل برار
اصنی پرچم سروں پر ہوگا پھر پانچوں از سر نو ہوں گے آئین سیامب استوار
آبیاری ہوگی جبار عطائے شاہ کی جنت فردوس برہ جائیگی شان بہا
بایقین سرحدی نے کار بردانہ کیا لافح اباعلی لاصیف ابلا ذوالفقار
جزو لانفیکہ کمی کل سے جدا ہونہیں کہہ گئے ہیں صاحبان اعتبار و پختہ کار
کیا مست خیر ہے وقت آ رہا یا دکن شکر کی جا ہے کباب ٹونا تعاقب کا حصا
پھروں ہم میں وہی تم ہو وہی پھر ہم درم پھروں باہم محبت اور وہی لیل و نہا
وہی برادر بعد مدت کے گلے ملے ہیں پھر اب تو لازم ہے کہ آئے قلب مضطرب کو قرار
پھروں سلطان وہی آقا وہی مہند تقیم پھروں اپنی وفاداری وہ لطف شہر مار
اب ہمارے درمیان دور ہو جائے نفاق ہم نہ کھوئیں گے تری شامت اب پناہا
حمد میں مشغول ہے شہرت زبان کستریج سجدہ فکرائیں ہے خانہ قلندر نگار

اعلیٰ حضرت مرزا علی گنجان سہا در مطالبہ سر واد برار

لارڈ ریڈنگ سے مراسلت اور اس پر تبصرہ

یہی نہیں کہ یہ معاوضہ وصول کیا گیا بلکہ سرکار نظام سے فوج کا خرچ وصول کرنے کے باوجود اس کے تمام انتظامات کیلئے انگریزی ریڈنٹ کے ہاتھ میں رکھے گئے۔

۶۔ ۱۸۵۳ء میں اس فوج کے بقایا ۳۳ لاکھ روپیہ (گلدار) سرکار نظام کے ذمہ قرض کے طور پر نکالا گیا، حالانکہ ۴۴ سال تک برٹش گورنمنٹ سخت زبانی اور چالانہ کی آنکار سے کامیاب کسی حق کے وصول کرتی رہی تھی، اور ۳۰ سال تک اس نے امدادی فوج کو جسکا خرچ وہ پہلے وصول کر چکی تھی مقررہ تعداد کی نسبت زیادہ ۲۵ فیصد کم مقدار میں رکھا تھا۔ اگر دونوں سلطنتوں کے مطالبات کا باضابطہ موازنہ کیا جاتا تو برٹش گورنمنٹ کے ذرخود سرکار نظام کا اقسام قرض بل آتا کہ برٹش گورنمنٹ نے باوجود دہم مطالبہ کے حساب قرض کرنے سے اعراض کیا اور اپنے ۳۳ لاکھ روپیہ کی کفالت اور آئندہ گئے لئے اس ناجائز فوج کے مصارف کی ضمانت میں سرکار نظام سے اس کے ملک کا ایک اور حصہ طلب کیا۔

۷۔ نظام اس مطالبہ کو تسلیم کرنے کے لئے راضی نہ تھے، مگر کہیں انے فوجی عمل کی دھمکی دے کر، او یہ خوف دلا کر کے ان کی جان اور سلطنت کی بھٹی نہیں ہے، انہیں سپرد رانی کیا، اور اس طرح اضلاع برار، دوآب، راجپور، اور داسوی کی تفویض عمل میں کی

۸۔ ۱۸۵۳ء کا معاہدہ اس صریح منافیہت کے ساتھ ہوا تھا کہ اضلاع مفوض صرف اس وقت تک برٹش گورنمنٹ کے تصرف میں رہیں گے جب تک سرکار نظام کو کسٹڈین کی ضرورت رہے گی۔ اور یہ کہ جب تک نظام اس فوج کو قوتورنے کی خواہش کرے گی تو اسے توڑ دیا جائے گا۔ اور ملک اس کے اہل ملک

ضرورت اس کی فوجی امداد کرے گی۔ اور دولت آصفیہ نے اس امداد کے معاوضہ میں شمالی سرکار کا علاقہ برٹش گورنمنٹ کے سپرد کیا تھا۔

۲۔ ۱۸۶۱ء میں دوبارہ اس فوجی امداد کے لئے ایک مستقل فوج حیدرآباد میں رکھی گئی اور اس کے لئے پھر ۱۸۶۱ء کا خرچ دولت آصفیہ کے ذمہ عاید کیا گیا۔

۳۔ ۱۸۶۱ء میں اس امدادی فوج کے مصارف کیلئے دولت آصفیہ سے ایک دو سرا علاقہ لیا گیا جس کی آمدنی ۶۳ لاکھ روپیہ سالانہ تھی، اس وقت یہ عاید کیا گیا تھا کہ یہ امدادی فوج ان تمام قوتوں کے خلاف ہر وقت استعمال کیجا سکے گی جو دولت آصفیہ کے امن و سکون میں اندر سے یا باہر سے خلل انداز ہوگی نیز اس کو ایسی حالت میں بھی استعمال کیا جاسکے گا جبکہ سرکار نظام کی رعایا میں سے کوئی اس کی اطاعت سے انحراف کرے گا۔ یا خرچ ادا کرے جس میں پہلو ہتی کرے گا۔

۴۔ اس معاہدہ کے بعد جب سرکار نظام کو اپنی باغی رعایا کی سرکوبی کیلئے فوجی امداد کی ضرورت ہوئی تو اس فوج کی خدمات دینے سے انکار کیا گیا جو ۷۳ لاکھ کا ملک لیکر اس غرض کے لئے قائم کی گئی تھی، اور ایک دوسری فوج اپنی خدمات کو انجام دینے کیلئے قائم کی گئی جس کے لئے مزید ۱۸ لاکھ روپیہ سالانہ کا خرچ سرکار نظام کے ذمہ عاید کیا گیا۔

۵۔ اس جدید فوج کا قیام نہ کسی معاہدہ پر مبنی تھا۔ نہ اس کے لئے سرکار نظام سے اجازت لی گئی، اور نہ برٹش گورنمنٹ کیلئے یہ جائز تھا کہ ان خدمات کا معاوضہ دوبارہ وصول کرتی جن کا معاوضہ وہ پہلے وصول کر چکی تھی۔ مگر صرف

خنگ عظیم کے کامیاب اختتام کے بعد ہی ہندو میں ستارگہ اتفاقات اور ترک موالات کی تحریکیں شروع ہو گئیں جنہوں نے کچھ عرصے کے لئے عظیم الشان فوجی انڈین ایمپائر کی قیادوں کو متزلزل کر دیا، ناز اور سجدہ سیاسی حالات میں اعلیٰ حضرت نے اپنے حقوق طلب کر کے سلطنت برطانیہ کی پریشانیوں میں مزید اضافہ کرنا اپنی خاندانی شرافت کے خلاف سمجھا۔ اور صرف یہی نہیں کہ حق تلفی سے متحرز رہے بلکہ ان وطنی و اسلامی تحریکات میں بھی سلطنت برطانیہ کو اخلاقی امداد دیتے رہے اور اپنی ریاست میں تحریک خلافت تک بند کر دیا جسکی بدولت اعلیٰ حضرت کے متعلق ان کی ملت میں شدید بدگمانیاں پھیل گئیں آخر جب یہ ہنگامہ و اضطراب کا دور بھی ختم ہوا اور برٹش گورنمنٹ تمام اندرونی و بیرونی مشکلات کو نہایت پُر نسبتا پر سکون حالت میں ہو گئی۔ تو اعلیٰ حضرت مرزا عثمان علی خاں بہادر نے یہ مناسب سمجھا کہ اپنے گھر سے صوبہ کی واپسی کا مطالبہ کریں۔

اعلیٰ حضرت کا پہلا خط
اس غرض کے لئے ۲۵ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو حضور مدوح نے لارڈ ریڈنگ کے نام ایک خط لکھا جس

میں انہوں نے برار کے متعلق اپنے دعاوی و ضاحت کے ساتھ پیش فرمائے اور اس کے ساتھ ایک میمورینڈم بھی۔ منسلک کیا جو اعلیٰ حضرت کے دعاوی کے متعلق تمام دستاویزی شہادوں پر مشتمل تھا۔ یہ خط جنوری ۱۹۲۳ء کے اوپر میں عام طور پر شائع ہو چکا ہے اس لئے اس کو نقل کرنے کی یہاں ضرورت نہیں ہے البتہ اختصار کے ساتھ اس کے اصولی نکات ذیل میں درج کر دیئے جاتے ہیں۔

۱۹۲۶ء میں پہلی مرتبہ برٹش گورنمنٹ نے دولت آصفیہ سے یہ عہد کیا تھا۔ کہ وہ بوقت

دائیں دید جا چکا تھا۔ اس کے معاہدہ میں اس میں دوبارہ توثیق کی گئی۔

۹۔ ۱۸۴۲ء میں جب سرکار نظام کی تباہی سے کنٹنٹ کو توڑنے کی خواہش لاپور کی گئی اور اضلاع مفوضہ وائس مائٹھے گئے تو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ فرانو وائس وقت کی ناہنجی کے زمانہ میں ایسے مسائل پر بحث کرنا غالی از وقت نہیں ہے۔

۱۰۔ جب فرانو وائس نے خود عمان حکومت اپنے ماتھے میں لے لی تو دایرے کی زبان ان کو پورے زور کے ساتھ یہ یقین دلایا گیا کہ برار کی تفویض عارضی نہیں ہے بلکہ دائمی ہے، اس کی واپسی کا مطالبہ کرنے کا اب سرکار نظام کو کوئی حق باقی نہیں رہا۔ اور اس امر کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہے کہ برار کسی وائس نہ دیا جائیگا۔ یہ غلط امور، تمام پہلے صوبہ وراثت کے باہل خلاف باور کر کے ۱۹۰۲ء میں فرانو وائس وقت سے دوامی بیٹ حاصل کیا گیا، اگر ان کو یہ غلط باور نہ کرایا نہ جاتا تو خود وائس کے اپنے احترام کے مطابق وہ کبھی اس بیٹ کو منظور نہ کرتے۔

۱۱۔ اگر بالفرض فرانو وائس وقت نے ۱۹۰۲ء کے تصفیہ کو برضا و رغبت قبول کیا تھا۔ تب بھی اس کا جواب مستحب ہے کیونکہ ایسا تصفیہ کرنا ان کے آئینی اختیارات سے باہر تھا۔ اور ان حالات میں وہ اپنے مالک کے کسی حصہ کو جو ان کے پاس ان کی رعیت اور ان کے جانشینوں کے لئے امانت کے طور پر تھا منتقل کر دینے کا کوئی حق نہ رکھتے تھے۔

۱۲۔ جبکہ برٹش گورنمنٹ نے معاہدات طے کرتے وقت سرکار نظام کیلئے برار کے استراہ کا حق صاف طور پر تسلیم کر لیا تھا۔ اور برار کی تفویض کنٹنٹ کے بقا پر موقوف رکھی گئی تھی تو استحقاق بر بنائے تصرف قدیم (ک)

قانوناً کوئی سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ علاوہ ان میں جس معاملہ میں برطانیہ کی نیک نیتی کا سوال درپیش ہو اس میں تصرف قدیم کے استحقاق کو پیش کرنا کسی طرح موزوں نہیں ہے جب ۱۸۵۷ء میں میسور کی ریاست

بحال کی گئی تھی تب بھی دیانت و انصاف کے مقابلہ میں تصرف قدیم کے استحقاق کو چھوڑ دیا گیا تھا۔

۱۳۔ ایٹ پر کسی ملک کے دیئے جانے کے یہی نہیں ہیں کہ وہ بیٹ دار کے املاک میں جز بن گیا علیٰ ذہن القیاس ملک برار کے بیٹ پر دیئے جانے سے یہ

چال بازی نہیں ہو سکتا کہ وہ ہندوستان کے سیاسی و دیوانی نظام میں جذب ہو جائے، اب بھی وہ ریاست حیدر آباد کا غیر منفک جز ہے، مگر ۱۹۰۲ء سے اب تک جو سیاسی تئیرات ہو چکے ان کا نتیجہ ہے کہ کثرتی حیثیت سے اہل برار کی دولت غیر براریوں کے تصرف میں آرہی ہے بلکہ جدید اصلاحات نے سیاسی حیثیت سے بھی ان کو باہر والوں کے تابع کر دیا ہے مثال کے طور پر صوبہ متوسط کی قانون ساز کونسل میں وہ اپنی کمی تعداد کی بنا پر برار میں پوزیشن میں ہے ان وجوہ و دلائل کو پیش کر کے اعلیٰ حضرت نے اپنے صوبہ کی واپسی کا مطالبہ کیا، اور اس خیال سے کہ کہیں برطانوی راج کی برکات سے اہل برار کے محروم ہو جانے کا پرانا عذر پھر نہ پیش کیا جائے، حضور ممدوح نے یہ بھی تصریح کر دی کہ وہ اہل برار کو حکومت میں اس سے زیادہ اشتراک عمل کا موقع دیں گے جو اب تک برطانوی راج میں ان کو حاصل رہا ہے۔ اور ایک گورنر کے ماتحت ان کو ذمہ دار حکومت خود اختیاری دیکر داخلی نظم و نسق کے اعتبار سے باہل آزاد کر دیں گے۔

لاڈرڈ ٹنگ

جواب

اس کا جواب ایک طویل خط میں دیا گیا۔ اس خط کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ اس میں بنیادی مسائل سے اعراض کرنے کی وہی پرانی پالیسی اختیار کی گئی تھی جسے لاڈرڈ سالبرہ نے سر سالار جنگ کے جواب میں اختیار کیا تھا۔ مسئلہ برار میں سب سے پہلا اور اصولی سوال یہ ہے کہ آیا کنٹنٹ قائم کرنا اور اس کے مصارف کا بار سرکار نظام پر ڈالنا جائز تھا یا نہیں؟ اگر جائز نہ تھا تو وہ فرض جس کی بنا پر برار کی تفویض عمل میں لائی گئی، سرے سے بے بنیاد ہی ٹھہرتا ہے اور ساری عمارت پویند خاک ہو جاتی ہے جس پر برٹش گورنمنٹ کا قبضہ برار قائم ہے اس اہم ترین بنیادی مسئلہ کو حل کرنے کیلئے ۱۸۵۷ء، ۱۸۵۸ء اور ۱۸۵۹ء کے معاہدہ کے معنی اور حدود پر بحث کرنا ناگزیر ہے، لیکن لاڈرڈ سالبرہ کی طرح لاڈرڈ ٹنگ نے

بھی اس نکتہ کو ایک نہیں لکھا۔ اور اسے چھوڑ کر اس طرح گزر گئے کہ گویا یہ کوئی قابل اعتنا شے ہی نہیں ہے، اسی طرح دوسرا اہم بنیادی نکتہ یہ تھا کہ ۱۸۵۷ء اور ۱۸۵۸ء کے معاہدات کی رو سے برار کی تفویض عملی تھی یا عارضی، مطلق تھی یا استثنائی عارضی اور مفید تھی تو یقیناً لاڈرڈ کزن نے اس کو قطعی اور مطلق قرار دیکر ان معاہدات کی غلط تعبیر کی اور اعلیٰ حضرت میر محبوب علیخان مرحوم کو دھوکا دیا، لاڈرڈ ٹنگ کے جواب میں پہلے لکے کی طرح یہ نکتہ بھی اجماعاً رہا۔ اور اب ان دونوں ابتدائی مراحل کو چھوڑ کر انہوں نے وقتاً تیسرے اور آخری مرحلہ پر اپنا سارا وزین رکھ دیا، کیونکہ وہ ان کو ذرا بھی پاؤں رکھنے کی جگہ ملتی تھی ان کے سارے استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ لاڈرڈ کزن اور فرانو وائس حیدر آباد کے درمیان ۱۸۵۷ء میں جو معاہدہ ہوا تھا وہ برار کی قسمت کا آخری فیصلہ تھا، اس کے بعد اب اس صوبہ کی قسمت کا سوال دوبارہ نہیں چھیڑا جاسکتا، اس کو جائز ثابت کرنے کیلئے وہ کہتے ہیں کہ۔

”نظام ابھی طرح اس مباحثہ کیلئے ملتا ہے جو ان کے اور لاڈرڈ کزن کے درمیان ہوا تھا، وہ خود اپنی مرضی سے تنہا ملاقات کیلئے آئے تھے ان پر وقت کے وقت جواب دینے کیلئے کوئی زور نہیں ڈالا گیا تھا۔“

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

کے متعلق ایک غلط تصور رکھتے ہیں جسے دور کرنا ہر امیرین مجبئی کا نافیذہ ہونے کی حیثیت سے مجھ پر لازم ہے، کیونکہ اس وقت ایک ایسے مسئلہ میں میری خاموشی کو ممکن ہے کہ بعد میں اس دعوے کے تسلیم کر لینے کا ہم سنی قرار دیا جائے، جسے آپ نے پیش کیا ہے تاج برطانیہ کی یاد ت ہندوستان میں سب سے برتر ہے اور اس بنا پر کوئی والی ریاست برٹش گورنمنٹ کے ساتھ مساوی طریق پر گفت و شنید کرنے کا دعویٰ کرنے میں حق بجانب نہیں ہو سکتا۔ تاج کی برتری ضرر معاہدات اور تہنجات ہی پر مبنی نہیں ہے بلکہ وہ ان سے بے نیاز ہو کر بھی قائم ہے۔ خارجی و دل اور سیاست سے تعلق رکھنے والے مسئلہ میں اس کے خصوصی اختیارات سے قطع نظر برٹش گورنمنٹ کا حق اور فرض ہے کہ جوزم و اعیانہ ان تمام عہود و مواثیق کا احترام کرتے ہوئے جو ہندوستانی ریاستوں کے ساتھ کئے گئے ہیں ہندوستان کے طوں و عرض میں امن اور حسن انتظام کو برقرار رکھے، اس سے جو نتائج نکلتے ہیں وہ اتنے ضروری ہیں، اور دوسرے

دالیان ریاست کی طرح یوراکز الیڈا اسٹیمپ بھی ان کا اخلاق اتار روشن ہے کہ ان کو بیان کرنا مشکل ہی سے ضروری معلوم ہوتا ہے، تاہم اگر توجہ کی ضرورت ہو تو میں یوراکز الیڈا ہائی سن کو یاد دلاؤں گا کہ ۱۸۶۲ء میں دوسرے دالیان ریاست کی طرح فرزند کے حید آباد کو بھی ایک سند دی گئی تھی جس میں ظاہر کیا گیا تھا کہ برٹش گورنمنٹ ان کے خاندان اور ان کی حکومت کے بقا کی خواہش مند ہے، بشرطیکہ وہ تاج کے وفادار رہیں۔ اور یہ کہ سند حیدر آباد کو کسی کی جائیداد کی اس وقت تک جائز نہ ہوگی جب تک ہنری جیسنی شہنشاہ مسلم راجہ منظور نہ کریں۔ نیز جائیداد کے مسئلہ میں اگر کوئی نزاع برپا ہو تو برٹش گورنمنٹ تنہا اس کا فیصلہ کرے گی۔

”یہی ریاستوں کے اندرونی معاملات میں برٹش گورنمنٹ کا حق مداخلت ان تاج کی ایک دوسری مثال ہے جو برطانی تاج کی برتری کو لازمی طور پر متضمن ہیں۔ فی الواقع برٹش گورنمنٹ نے بار بار اس بات کا اظہار کیا ہے کہ وہ شدید وجوہ کے بغیر اس حق کو استعمال کرنے کی کوئی خواہش نہیں رکھتی، مگر وہ داخلی اور خارجی تحفظ جس سے دالیان ریاست متمتع ہوتے ہیں، انجام کا برٹش گورنمنٹ ہی کی محافظ قوت کے باعث انہیں حاصل ہے اور جہاں کہیں شاہی مفاد کا تعلق ہو یا کسی ریاست کے طرز عمل سے اس کے اندر کی عام فلاح و بہبود پر واقعی شدید اور منفرد رساں اثر پڑ رہا ہو، تو حسب ضرورت اس کا تدارک کرنے کی ذمہ داری آخر میں بالآخر ہی پر عائد ہونی چاہیے۔ اندرونی حاکمیت کے تمام مدارج جس سے دالیان ریاست متمتع ہوتے ہیں۔ سب کے سب بالآخر قوت ہی کی جانب سے اس ذمہ داری کی مناسب انجام دہی کے ساتھ مقید ہیں، اس پر ایسی ہی دوسری بھی مثالوں کا بھی اضافہ کیا جاسکتا ہے، جو مذکورہ بالا مثالوں سے کچھ کم آپ کی اس رائے کی تعلیل پیش کرتی کہ باستثنائے امور متعلق یہ دول سیاسیات خارجہ، یوراکز الیڈا ہائی سن کی حکومت اور برٹش گورنمنٹ ایک ہی درجہ مساوات پر قائم ہیں، مگر اس موضوع پر کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ میں صرف یہ اضافہ کروں گا کہ یوراکز الیڈا ہائی سن کو جو

”یوراکز الیڈا کا خطاب حاصل ہے اس کا یہ اثر نہیں ہے کہ تاج برطانیہ کی سیادت میں آپ کی گورنمنٹ کو دوسری ریاستوں سے کوئی جداگانہ حیثیت حاصل ہو۔“

”آپ نے حیدر آباد اور دولت علیہ کے تعلقات کے متعلق اپنے موجودہ تصور کی توضیح کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا ہے کہ ہنری جیسنی کی گورنمنٹ جو تاج برطانیہ کی ہے ان کو لفظ فصل سے تعبیر کرنے میں نے غلطی کی ہے نیز یہ کہ قاعدہ امر فیصل شدہ کا اخلاق حیدر آباد اور حکومت ہند کے مابین نزاعی امور میں درست نہیں ہے مجھے افسوس ہے کہ میں یوراکز الیڈا ہائی سن کی اس رائے سے اتفاق نہیں کر سکتا کہ آپ کے پیش کردہ امور کے متعلق وزیر ہند کے احکام ایک ”فیصلہ“ کی حد تک نہیں پہنچتے یہ دولت علیہ کا حق اور ایتھارٹی حق ہے کہ وہ تمام ان نزاعات کا فیصلہ کرے جو دوسری ریاستوں کے درمیان یا خود اس کے اور کسی ریاست کے درمیان پیدا ہوں۔ اگرچہ خاص خاص حالات میں ایک عدالت ثالثی بھی ہو سکتی ہے مگر اس عدالت کا کام بھی صرف اتنا ہی ہے کہ حکومت ہند کو آزادانہ مشورہ دے، فی فیصلہ تو اس کا حق حکومت ہندی کو حاصل رہے گا۔“

”رہا اصطلاح“ امر فیصل شدہ کا استعمال تو یہیں بھی جانتا ہوں کہ حکومت ہند کے لئے کسی عدالت دیوانی کی طرح اس کی قیادت نہیں ہے کہ کسی ایسے مسئلہ کی سماعت کرے جو پہلے کی فیصلہ کو منسوخ بن چکا ہو، مگر ”امری فیصلہ شدہ“ کا قانونی اصول محض عملی ملحوظات کی بنیاد پر وضع کیا گیا ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ ایک ایسے مسئلہ کو جبکا پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہو یا بار بار انہیں فریقین کے درمیان زیر بحث لانا کسی طرح مرغوب نہیں ہے۔“

”اب میں آپ کی اس درخواست کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ قبضہ برار کی حقیقتات اور اس پر رپورٹ کرنے کیلئے کمیشن مقرر کیا جائے، یوراکز الیڈا ہائی سن خود بھی جانتا ہے کہ اب سے محض عرصہ پہلے حکومت ہند نے ایسے مسائل میں عدالت ثالثی مقرر

کرنے کے لئے ایک خاص قاعدہ مقرر کیا ہے جن میں کوئی ریاست حکومت ہند کے فیصلہ سے مطمئن نہ ہو۔ لیکن اگر آپ اس تجویز کو ملاحظہ کریں گے جو اس جدید انتظام پر مشتمل ہے تو آپ دیکھیں گے کہ اس میں کوئی ایسی دفعہ نہیں رکھی گئی ہے جس کی رو سے ایسے مقدمات میں بھی عدالت ثالثی مقرر کیا جاسکتی ہو، جن میں خود ہنری جیسنی کی گورنمنٹ نے فیصلہ صادر کیا ہو اس پر یہ نہیں سمجھا کہ ایک ایسا مقدمہ جیسا کہ یہ ہے جس میں ایک برائی نذر کا خاتمہ ایک سمجھوتہ کے ذریعہ کیا جاسکتا ہے اور وہ سمجھوتہ بھی پورے غور و خوض کے بعد ایسی شرایط پر ہو ہے جو ایسا م سے پاک ہیں ثالثی کی غرض سے مقرر کرنے کے لئے موزوں ہو سکتا ہے۔“

میں نے حیدر آباد کی ضرورتوں کو مدد کر کے یہ بورڈ لفظ لفظ نقل کر دیا ہے تاکہ ہر شخص خود اس کو پڑھ کر رائے قائم کر سکے، اس میں لارڈ ریڈنگ نے برار کے اصلی مقدمہ کو اس کے تمام قانونی اور واقعاتی نکات سمیت نظر انداز کر کے صرف اس امر پر زور دیا ہے کہ برٹش گورنمنٹ بالادست ہے اور دولت آصفیہ زیر دست ہے اگر بالادست نے زیر دست کا ملک جبر سے یا حیل سے یا کسی طرح چھین لیا۔ تو اب زیر دست کو یہ حق باقی نہیں رہا۔ کہ اس سے کسی دلیل و حجت کا مطالبہ کرے یا اپنے دعوے استحقاق کو پیش کرے اس پر بحث کرے یا کسی عدالت ثالثی کے ذریعہ انصاف کرانے کی کوشش کرے بالادست کو حق ہے کہ بالادلیل اپنی تائید میں خود فیصلہ صادر کرے اور زیر دست کا فرض ہے کہ خواہ وہ مطمئن ہو یا نہ ہو بہر صورت اس فیصلہ کو مستحکم دم بخورہ جائے، لارڈ ریڈنگ نے دولت آصفیہ کو ایک ماتحت حکومت ثابت کرنے کیلئے جو طریق استدلال اختیار کیا ہے اس پر کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں، اس کی کمزوری تو اسی سے ظاہر ہے کہ تمام مساوات و تہنمات میں سے ان کو صرف ایک مسئلہ کی سند مل سکی ہے جو کچھ بیچ تان کر ٹیکل یہ معنی پہنائے جاسکتے ہیں کہ داخلی امور میں بھی دولت آصفیہ سلطنت

کیا جائے اس دیں سے کہ اگر نہ دو گے تو
پونہ کی دو جہیں تہہ چل کر دیں گی۔ اور پھر اس
قبضہ پر دوامی تسلط کا پتہ حاصل کیا جگا اس محبت
سے ملک تو ہمیں بہر صورت واپس نہ ملے گا
البتہ اگر تم دوامی پتہ نہ لکھو گے تو اب تک
اس میں سے جو تھوڑا بہت نہیں ملتا رہا ہے
وہ بھی بند ہو جائیگا، پھر جب اصل حق دار
اس ناجائز طریق ملک گیری پر اعتراض
کر کے اپنے جائز دعویٰ پیش کرے تو اس
کو یہ گھٹنا فاش کر دیا جائے کہ ہماری قوت
تم سے بالاتر ہے، اور ہم یہ فیصلہ کر چکے ہیں
کہ تمہارے ملک کو واپس نہ کریں گے اس لئے
تم کو یہ فیصلہ ہے چون و چرا تسلیم کرنا چاہیے
یہ طریقہ برسرِ خشک دشمنوں کے ساتھ اختیار
کیا جائے تو چنداں قابلِ تعجب نہیں، مگر دوستوں
کے ساتھ اور دوست بھی وہ جو مصیبت کی فحش
جان کی جگہ جان اور روپیہ کی جگہ روپیہ قربان
کرنے میں دریغ نہ کرتے ہوں اسے

اور مدعی علیہ صرف یہ دو حرفی حکم صادر
کر دے کہ مدعی کا دعویٰ خارج، اگر
بغرضِ محال یہ درست ہے کہ دولتِ اصفیہ
حکومتِ برطانیہ کے مقابل میں ایکٹا جائزہ
حقیقت رکھتی ہے تب بھی اس کی تابعت
برطانی ہند کے رعایا سے زیادہ
ادنیٰ تو نہیں ہے، پھر جب برطانی عیلاً
کو حکومت کے خلاف عدالتوں کا دروازہ
کھٹکھٹانے کا حق ہے اور انگریزی
عدالتوں میں رات دن وزیر ہند
کے خلاف دعوے ہوتے رہتے ہیں
تو کیا سلطنتِ آصفیہ کا ناجد الہ برطانی
رعایا کے معمولی افراد سے بھی گیا گزرا
ہے کہ اس کو ایک آزاد اور غیر جانبدار
کے ذریعہ اپنی شکایات کے متعلق تحقیقات
کرائے کا حق بھی نہیں مل سکتا، فضلِ خصوصاً
اور تصفیہ نزاعات کا یہ تو کوئی بھی معقول
طریقہ نہیں ہے کہ ایسے ملک پر عارضی قبضہ

برطانیہ کی تاریخ ہے، حالانکہ شہزادہ کاما جادہ
میر دوستی کے موجودہ تعلقات قائم ہیں اور کی صاف تردید
کر رہا ہے۔ تاہم اگر توتڑی دیکھ لیں یہ مان لیا جائے کہ دولتِ اصفیہ
خارجی امور کی طرح داخلی امور میں بھی سلطنتِ برطانیہ کی تابعت ہے، تب
بھی یہ سوال چون کا توں ہوتا کہ حقوق کے متعلق تنازع فیہ میں
بالا تری مطالبہ کی کیا بنا پر فیصلہ صادر کرنا اور فیصلہ بھی کیا
طرح کہ بحث و استدلال کا دروازہ بند کر کے سادہ اور ناجائز
رد و انکار کی شکل میں جواب دیدیا جائے کہاں تک
جائز، معقول اور اطمینان بخش ہو سکتا ہے اس پر
کو خواہ کتنے ہی بیچ و بیخ اور وکیلانہ انداز بیان میں
پیش کیا جائے نہ کہ کوئی صاحبِ عقل آدمی اتنی موثر سی
بات سمجھنے سے قاصر نہیں رہ سکتا کہ حق اور انصاف
کے معاملہ میں نہ بالادستی استحقاق کی
دلیل ہو سکتی ہے اور نہ زبردستی عدم
استحقاق کی خصوصیت کے ساتھ ایسا مقدمہ
جس میں مدعی کی شکایات اتنی قوی اور مدلل
اور اتنی معقول ہوں، کبھی اس طرح ملے
نہیں ہو سکتا کہ بحث و تفتیش تحقیقات کچھ نہ ہو

مستمال کرنا حق و انصاف ہی کا نہیں بلکہ انسانیت و شرافت کا بھی نکتہ ہے

لائی ہے اپنے ساتھ نویدِ برار عید

از مولوی مرزا امام بخش روتلوی قادری اڈیشہ دکن نیوز و جریدہ خلیق

آئی ہے بن کے رحمت پروردگار عید } لائی ہے اپنے ساتھ نویدِ برار عید
سایہ میں شاہِ ہند و سلم نواز کے } ہر روز اب منائیں گے اہلِ برار عید
اہلِ دکن اٹھو کہ زمانہ کے بعد آج } آئے ہیں تم سب ملنے کو اہلِ برار عید
شہزادہٴ برار کے ہمراہ جا کے اب } دیکھیں برار کی بھی درِ شاہوار عید
یار رہے شگفتہ دکن کا چمن سدا } ہر عید اک کی ہوتی ہو اک یادگار عید

روتلوی یہ عید دولتِ عثمان کی عید ہے

ہندو کی عید اور مسلمان کی عید ہے

دشمن عطر لک کے ترسنا کر
اعلیٰ حضرت دکن خلد ملکہ سلطانہ

کی

فرمائش اور پدیدہ ترکیب کے موافق چھ ماہ کی محنت شاق سے تیار ہوئے

اور جن کے نام
عطر نظام مدن عطر نظام مولیٰ مرغوب عثمانیہ
بارگاہ خسروی سے تجویز فرمائے گئے
استعمال کرنے کے بعد اپنی اور اپنے دوستوں کی رائے کا اندازہ کیجئے،

اصغر علی محمد آغا عطر

شاخ حیدر آباد دکن گلزار حسن سہلانی



ایک نشست میں!
ایک وقت میں!
ایک قیمت میں!

ہر پسند موافق ہر ضرورت کے مطابق

خریداروں کو
ہر ملکیت سے سہولتیں
ہم کچھ سچائی باقی
ہیں،

شادیوں کا تمام ضروری
کپڑا سکار چوٹی، اکامانی
ساری بھرت
دینا

جس میں مطلوب ہو خرید لیجئے

کلاتھ مرچ

علاؤ الدین بلڈنگ حیدر آباد دکن

آر آر گوپال

ٹیلیفون نمبر (۵۷۶)
ٹیلیگرام سلاخ

اعلیٰ حضرت نظام برار کے حقیقی مالک میں

از مسٹر کرشنا سوامی مدیر راج مولف پکٹوریل خلید

میں شکریہ گزار ہوں کہ برطانوی حکومت نے ہندوستان کی سیاسی تاریخ کے ایک نفسیاتی موقع پر صحیح طریقہ عمل اختیار کیا۔ اعلیٰ حضرت حضور نظام برار کے بارے میں جانبداری اور قیامتاً اس پر غور کیا گیا۔ راستہ کے مسئلے اہم و شایعات کی جانچ پر تال کی گئی۔ مگر اس طرح نہیں جیسا کہ مارکوس آف ریڈنگ سابق وائسرائے اور لاڈ برٹن ہیڈ سابق وزیر ہند کے زمانہ میں ہوئی تھی اگر برطانوی حکومت نے اپنے یار و فادار کو براہ کمال واپس کر دیا تو اس کی طرف سے نہ صرف انصاف کی پابندی ہوگی بلکہ وہ حیدر آباد کے عوام کی قائم رہنے والی شکر گزار سی کو بھی حاصل کرے گی۔ اس کے علاوہ روسا کے نزدیک حکومت کے اعزاز و وقار میں بہت اضافہ ہوگا۔ اور اس منصوبہ طرز عمل سے وہ قابل عزت قرار پائے گی۔ وقت بدل رہا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ملک کے سیاسی حالات بھی اکوئی دس بارہ سال کے بعد ہی ملک کی دنیا بدل جائے گی۔ جدید دستور ہوگا اور نئے نئے مفاد اور نئے نئے خیالات ہوں گے یہ بہت مناسب ہوگا کہ اس موقع پر برطانیہ حیدر آباد سے منصفانہ سلوک کران تمام غلط فہمیوں کو دور کر دے جو اس کے متعلق پیدا ہو چکی ہیں برطانوی حکومت کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قائد ان امور کے تاجدار ہیں اس کے حالی و بد و کار یہ ہیں اور انہوں نے ایسے زمانہ میں امداد کی ہے جبکہ حکومت اپنے استحکام کو قوت نزل دیکھ رہی تھی۔ اور اس کی قوت اقتدار اعلیٰ کا درجہ حاصل نہ کر سکی تھی۔ آصفی تاجداروں نے نہ صرف بیہوش سلطان کے ساتھ برطانیہ کی لڑائیوں میں بلکہ عرصہ عرصہ عرصہ انگریزوں کی بہت مدد کی۔ حالانکہ اس وقت یہ نظام کے اقتدار میں تھا کہ انقلاب اور جنگ و جدل کے سیلاب کا رخ انگلستان کی طرف کر دیتے یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ فوجوں کے قیام

کے لئے اعلیٰ حضرت نظام نے اپنی ملکیت کے بعض علاقہ مثلاً شمالی سرکار، اضلاع اہلاری جیدہ، راجپور و ہارسو حوالے کئے آخریں حیدر آباد کشنٹ کے اخراجات اور قرض کی ادائیگیں برار کا پل بھگیا۔

کشنٹ کی تنظیم اعلیٰ حضرت کی مرضی کے بغیر معاہدہ پر مبنی نہیں تھی لیکن اعلیٰ حضرت کو مجبور کیا گیا۔ کہ وہ اسے منظور کر لیں۔ جنگ عظیم کے موقع پر حضور برار نے برطانیہ کی حوالہ دہ کی ہے اسے بھلا یا نہیں جاسکتا ہندوستان کے روسا میں تاجداران دکن برطانیہ کا ساتھ دینے میں سب سے زیادہ ممتاز اور اس کے سچے دوست ہے۔

ہزاراگر الٹیہ ٹینس حضور نظام نے جب استرداد برار کے مسئلے کے متعلق مارکوس آف ریڈنگ کو مخاطب فرمایا تھا تو عام طور پر ہندوستان میں یہ بحث پیش کی گئی کہ اہل برار برطانوی نظم و نسق کے تحت ہیں جسکا حیدر آبادی نظم و نسق کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا اور وہ جب امری دانا سے ہیں تو اعلیٰ حضرت اس صوبہ کی دایہ کی کیوں خواہش رکھتے ہیں اس وقت بھی کچھ جھگڑا ہو گیا تھا۔ آج بھی خیال پھیلا ہوا ہے کہ حیدر آباد کا نظم و نسق آج بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ بیسویں برس پہلے تھا۔ انیسویں صدی میں کہ سر سالار جنگ بہا مدنے جو اصلاحات نافذ کئے تھے اس پر ابھی شرح عمل ہو رہا ہے اور اعلیٰ حضرت ہند کا غلامی کی تحت نشی کے بعد سے توجہ آباد میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا ہے حیدر آباد کا موجودہ نظم و نسق اعلیٰ حضرت ہند کا غلامی کے تدبیر و فراست کا ہمیں نہیں منت ہے اور دنیا دیکھ لی گے کہ

حضور کی کمپنا اثر سے عوام کی مادی اور اخلاقی ترقی کچھ عرصہ بعد بہت حسرت انگیز ہو جائیگی۔ اب ہم میں جوش غل پیدا ہو گیا ہے ہمارا نظم و نسق نہیں بھلا چکا تھا نظر آتا ہے۔ مثلاً عادل اور عدلیہ کی طرف کی نہیں دوسری جگہ نظر نہیں آتی۔ حیدر آباد باوجود زبردست اخراجات کے اس بات پر غور کر سکتا ہے کہ اسکا الٹیہٹ دکھانا پتا ہے۔

ہزاراگر الٹیہٹ ہائی ٹس کو اکتوبر ۱۹۲۳ء میں برار کی دایہ کے لئے یہ وجوہات نے ابھارا وہ حضور کی غلطیاں یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔ ہند کا غلامی نے لارڈ ریڈنگ کو بھلا دیا۔

سنہ ۱۹۲۴ء کے بعد سے برطانوی ہند کے حالیہ سیاسی اور آئینی تغیرات نے صوبہ برار کو مادی طور پر متاثر کیا ہے۔ (برار کے مالی ذرائع غیر برادریوں کیلئے صرف کار آمد ہی نہیں بنائے گئے ہیں بلکہ جدید حالات کی دلیل کے ذریعہ میری رعایا بہت سے معاملات میں بیرونی لوگوں کی حکومت کے تحت رکھی گئی ہے مثال کے طور پر مجلس مقننہ مرکزی صوبہ جات متوسط میں اپنی تعداد میں اختلاف کی وجہ سے جیسا کہ پچھلے دہائی میں ہے وہ بہت زیادہ اقلیت کی حیثیت رکھتے ہیں چنانچہ سنہ ۱۹۲۴ء سے صورت حال اس قدر ہوئی کہ ان کے تصفیہ کی نظرانی کیلئے سب سے انصاف کے مسئلے میں ان کے غور و خوض کا مطالبہ کرنا ان کے حق میں جانی نہیں جاتا۔ حضور کے مطالبہ استرداد کی حقیقت مندرجہ بالا ارشاد سے اچھی طرح ظاہر ہو جاتی ہے کہ اس وقت براری صوبہ جات متوسط کے تحت جس طرح پامال ہو رہے ہیں اسکا سلسلہ ختم ہو جائے اور برار کا علاقہ حیدر آباد کے زیر سایہ اپنے مالی ذرائع سے خود مستفید ہونا ہے۔

جائداد منقولہ کی طرح منتقل نہیں کرنا چاہتے بلکہ آزادانوں کی طرح جن کے لئے بہت بڑا وعدہ کیا گیا ہے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ اس کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ تاجدار دکن نے جو کچھ وعدہ فرمایا ہے پورا کیا جائیگا۔ یہ ایک صاف بات ہے کہ ہندوستانی برابریوں کو کوئی شکایت کا موقع نہیں دیں گے اور اس کے سوا ایک تاجدار کبھی اپنے وعدہ سے منحرف نہیں ہوتا۔ بعض جرائد یوں اظہار خیال کرتے ہیں کہ برابریوں کو ذمہ داران حکومت عطا کرنے کا وعدہ اس وجہ سے موثر نہیں ہے کہ اعلیٰ حاکمیت حضور نظام خود اپنی مملکت کی رعایا کو ایسا دستور عطا کرنے کے لئے کبھی تیار نہیں ہو سکے۔ یہ استدلال بھی واقعات کا لحاظ کرتے ہوئے کچھ ناواقفانہ معلوم نہیں ہے۔ حیدر آباد میں بھی پبلک اسپرٹ پیدا نہیں ہوتی ہے بلکہ تمام میں نہیں بڑی طرح پھیل جائے گی تو اس بیداری کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حیدر آباد دستور کی ترقی کے طرف قدم اٹھائیگا۔ یہ خیال کرنا بڑی غلطی ہے کہ یہاں جراثید کی حکومت جو ہم امن و اطمینان سے اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں رعایا پر ایسے ٹیکس عاید نہیں ہیں جو برطانوی ہند میں دیکھے جاتے ہیں اگر اعلیٰ حاکمیت حضور نظام، جابر اور خود سرفراز ہو جائے تو پھر یہ خوشحالی اور امن و چین نظر نہیں آتا جو دہشت گردی کی خصوصیت ہے۔

بہر حال حیدر آباد کا سوال برابری کے مستقبل سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ حیدر آباد اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ اپنے تاجدار کے زیر سایہ کس طرح ترقی کر سکتا ہے۔ یہاں پبلک اسپرٹ آہستہ آہستہ پیدا ہو رہی ہے تعلیم کی ترقی کے ساتھ ملک بیدار ہو رہا ہے اور وہ دن قریب ہیں جبکہ حیدر آباد اپنے ملک کے دستور کی ترقی میں حکومت کا ہاتھ بٹانے کیلئے تیار نظر آئے گا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک ایسا علاقہ جو برطانوی ہند کے تحت رہا ہو۔ ایک بڑی ریاست کے سایہ میں اگر مطلق نہیں رہ سکتا کیونکہ فرمانروائے ریاست کبھی خود اختیاری حکومت کے اداروں کی بندوبست کر سکتا اس طرح کے قیاسات کی کوئی اصلیت نہیں۔ حیدر آباد اپنے ایک علاقہ میں ذمہ داران دستور کے تجربہ کو بڑی فراخ دلی سے دیکھ رہا ہے۔ برابریوں میں ملنے والے خود اس علاقہ کا اس میں کچھ فائدہ ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بار بار کاجو روپیہ صوبہ جانتوسطابھرن ہوتا رہا ہے اگر حیدر آباد اور برابریوں میں حیدر آبادی میں اضافہ ہو جائے تو اس سے اس کی مادی حالت ترقی کر جائیگی تاہم جدید کے تحت لسانی اور خیرانی حیثیت سے

کا نام پیش کیا جاسکتا ہے برابری کی تاریخ سے بحث کرتے ہوئے آپ حضور نظام کی دعا کی تائید کرتے ہوئے برطانوی حکومت کے غیر منصفانہ سلوک کی مذمت کرتے ہیں لیکن عجیب بات ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ استر داد برابری کی مخالفت بھی کرتے ہیں۔

آپ اور آپ کے دوسرے برادریوں کو دیکھنا کرنے والے مشرکار استر داد برابری کی مخالفت میں جو استدلال پیش کرتے رہتے ہیں۔ ان پر یہاں مختصر تبصرہ کر دیا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ حقائق ناظرین کے پیش نظر ہو جائیں۔ ہندوستان کے بعض حلقوں میں اس کی تائید کی جا رہی ہے کہ برابریوں کو ایسا کیا جائے کہ وہ اعلیٰ حاکمیت کے مطابق سے اٹھائے گئے ہوں اور کچھ ہیں کہ برابری خود استر داد کے بارے میں رائے دیں۔ کیا ان حضرات کو معلوم

ہے کہ جب برابریوں کو ایسا کیا گیا تھا تو کیا برابریوں سے اعلیٰ حاکمیت نے برابریوں کو حکومت سے مستور کیا تھا۔ ایسا حق نہیں ہے۔ اس سے حال تھا اور اب جو مسئلہ ہے۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ برابریوں کو خصوصیت اس وجہ سے بھی کہ وہ ہندوستانی حکومت کے تحت رہے ہیں یہ حق حال کی بھرپور وہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے وہ ایک عہدہ دار حکومت کے وعدہ کے بعد بھی اپنی رائے کے اظہار نہیں کر رہے ہیں۔ دوسرا استدلال یہ پیش کیا جاتا ہے کہ اعلیٰ حاکمیت حضور نظام حیدر آباد اور برابری کے ایک نہیں اور اس وجہ سے کوئی مطالبہ نہیں کر سکتا، برابریوں کو سوائے مسلمان کے اور کوئی بھی حضور نظام کے تحت واپس آنا نہیں چاہتا۔ اس میں شک نہیں کہ کوئی رئیس یا فرمانروا ایک لحاظ سے اپنی سلطنت پر ریاست کا مالک قرار نہیں دیا جاسکتا لیکن ہم یہاں حکمران خاندان کے ان افراد کو نظر انداز نہیں کر سکتے جو کچھ بعد و گھر سے منت فہم ہوتے ہیں اور جن سے اظہار عقیدت و وفاداری جاریا فرض ہے۔ اگر کوئی یہ دلیل پیش کرے کہ ملک منظم ہندوستان کے نہیں ہیں اس لئے ان سے وفاداری مانگنے کی ضرورت نہیں تو پھر حکومت کا سامان امن و انتظام برباد ہو کر رہ جائیگا۔ برابریوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ اعلیٰ حاکمیت ہندوستانی نہیں اپنی مملکت کے تحت

ہندوستانی نہیں بلکہ ہندوستان کا ایک جملہ صوبہ ہے اور ایک جرأت کی بات ہے کہ جو لوگ اپنے کو برابری کا دوست ظاہر کرتے ہیں وہ خود اپنے مالک کی ایک بہت بڑی تعداد سے جھکا کچھ حصہ صوبہ جانتوسط کو دیا جاتا ہے مستفید ہونے کے موافق نہیں ہیں اس وقت صوبہ کی مالکداری ایک کروڑ سے زیادہ ہے اور یہ جتنی کی وجہ سے موجود ہے کہ حیدر آباد حکومت کے تحت اس مالک کا کثیر مقدار حصہ اس صوبہ میں صرف کیا جائیگا اور اس طرح بہت زیادہ مادی فوائد حاصل ہوں گے۔ یہ بہت اہم مسئلہ ہے جس پر برابریوں کو خیال کرنا چاہیے اور ان کو نہایت احتیاط کے ساتھ اس مسئلہ پر بھی غور کرنا چاہیے جو نظام نے نہایت فراخ دلی کے ساتھ اپنے اس مکتوب میں کیا ہے جو انہوں نے لارڈ ریلے تک کو لکھا تھا۔

جب یہ مکتوب شائع ہوا تھا تو حیدر آبادیوں نے اہل برابری کو مستور کیا تھا کہ وہ منتقلی کے لئے رائے دیں کیونکہ ان ذرائع سے ان کو حکومت خود اختیاری اور بہت بڑی سیاسی آزادی حاصل ہوں گی۔ اور حکمران حیدر آباد کی رہنمائی اور سیراندیشی کے تحت ان کو اپنی تصویر تو بنائیکا موقع مل جائیگا لیکن یہ دھڑک اور دھماکے اہل برابریوں کی ہمنوائی نہ کی جس کی وجہ سے لارڈ ریلے تک کو نظام کے تمام حقوق سے انکار کرنے کی جرأت ہوئی اور اعلان کیا کہ معاملہ ایک مرتبہ اور قطعی طور پر طے ہو گیا ہے اور اب اس کا آغاز نہیں کیا جاسکتا۔ اس بات کا قومی امکان ہے کہ برابریوں کے مسائل کا تصفیہ ریاست کے حصے میں ہو جائے اور اس موقع پر توقع کی جاتی ہے کہ برابری اپنے آرا کا اظہار کر دیں اور یہ سمجھ لیں گے کہ ان کے مفاد کو کس طرح عمل میں مضمر ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ برطانوی نظم و نسق بہت عمدہ ہے لیکن ایک ایسا ذمہ دار دستور جس کی رو سے انہیں داخلی امور میں پورا اختیار اور نظروں میں خود مختاری حاصل ہے ہر طرح قابل ترائیج ہے۔ برابریوں کیلئے یہ موقع ایسا زمین ہے کہ کبھی ہاتھ نہیں آسکتا۔

یہ بہت افسوسناک بات ہے کہ بعض حضرات نے برابریوں کو استر داد کے خلاف برادریوں سے شروع کر دیا ہے اور ان گمراہ افراد میں سب سے زیادہ افسوسناک مصنف ریاست ہائے ہند

مسئلہ برار

۱۲

(مولوی سید برحق صاحب بی۔ اے، ایل، ایل۔ بی (ملیگ))

مسئلہ برار اب محض سیاست حاضر نہیں اس کے عقب میں ایک بدوری تاریخ ہے جس روز سے اعلیٰ حضرت نظام دکن نے سربراہانے حکومت ہوئے ہیں ان کے دلی میں برار کی تڑپ ہے یہ تڑپ یقیناً ہوس ملک کی بنا پر نہیں اس دور میں ملک اور ملک کا تخیل ہی بدل گیا ہے جس قدر رقبہ حکومت وسیع ہے اتنی ہی ذمہ داریاں بھاری ہیں اور اتنی ہی وہ سیاسی پیچیدگیاں قریب ہو جاتی ہیں جو اکثر سیاسی تہلک کی صورت اختیار کر لیتی ہیں اعلیٰ حضرت کی یہ تڑپ کہ برار مالک محروسہ حیدرآباد دکن میں شامل ہو جائے ایک طرف محض حق کی بنا پر ہے اور دوسری طرف وطن کی بنیاد پر۔ وہ یہ نہیں دیکھ سکتے کہ دکن کا علاقہ جو سانی اور نسلی حیثیت سے ہندوستان کے دوسرے حصے سے بالکل مختلف ہے اس طرح ٹوٹ ٹوٹ کر الگ ہو جائے اور اس کے باشندے جو باہم لگائے نہیں ہمیشہ کیلئے بگڑا ہو جائیں۔ دکن کلا۔ وہ تمام ملاقات جواب اس سے ۵ برس قبل نظام کے تحت میں ہمیشہ سے ایک سیاسی یونٹ ہے اس کے درمیان وابستگی قائم رہنی چاہیے۔ پھر یہ کہ اس معاہدہ کی رو سے بھی جو برطانیہ اور نظام گورنمنٹ کے درمیان ہوا۔ برار نظام گورنمنٹ کو واپس لانا چاہیے اعلیٰ حضرت نے اپنے، گورنمنٹ حیدرآباد کے، اور۔۔۔ باشندگان حیدرآباد کے اس حق کو حاصل کرنے کیلئے جدوجہد کی ہے وہ صرف اپنی سے ملنے تھی اور اعلیٰ حضرت کی اس جدوجہد کو ہم محض ان کی محبت وطن پرستی سمجھتے ہیں۔ برار کے متعلق حکومت ہند اور حکومت نظام کے درمیان ایک عرصہ سے کامل خاموشی کے ساتھ گفتگو ہوتی رہی، پبلک کے سامنے سب سے پہلے نمایاں ہو کر یہ معاملہ اس وقت آیا جب حضور نظام نے سرملی امام محمد کو وزیر مقرر کیا اور نیز دیگر سربراہ اور وہ ممبران کا بینہ سے گفتگو کرنے کیلئے ولایت بھیجی اور اسی زمانہ میں حضور نظام کا وہ تاریخی خط بھی شائع ہوا جو موصوف نے لارڈ ریڈنگ کے نام لکھا تھا اس وقت چونکہ نقصا

بہت ناموافق تھی، اس لئے سرملی امام اپنے مشن میں بڑی طبع کام لے رہے۔ اور لارڈ ریڈنگ نے جن الفاظ اور جملوں میں اس خط کا جواب دیا تھا۔ یہ اتنا ہے کہ اس سے نظام حیدرآباد کے اقتدار کو سخت صدمہ پہونچا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ برار کا مسئلہ عرصہ کیلئے التوا میں پڑ گیا اگرچہ عوام نے لارڈ ریڈنگ کے جواب کو برطانیہ کا آخری جواب سمجھا، لیکن اعلیٰ حضرت حضور نظام موقع کے منتظر رہے۔ لارڈ ریڈنگ کے بعد لارڈ اردن کا زمانہ شروع ہوا وہ اب پشاور سے بہت مختلف المزاج تھے۔ جہاں تک اختیار کے تھے لینے کا تعلق ہے، وہ تو ہندوستان کے ہر واسطے کے اختیار سے باہر ہے، لیکن لارڈ اردن چونکہ معمول بند تھے اس لئے انھوں نے لارڈ ریڈنگ کا ساناکو راجہ اختیار نہیں کیا اور مسالٹ کو محدودان نظریے دیکھتے رہے۔ حضور نظام سے برار کی گفتگو پھر چھوڑ گئی، خاموشی نسبی سے اسی زمانہ میں راونڈ ٹیبل کانفرنس شروع ہو گئی اور اس میں دہلی ریاستوں کے نمائندے بھی شریک کیے گئے، کانفرنس مذکور کے تینوں اجلاسوں کے دوران میں حیدرآباد کے نمائندے برار کے مسئلہ پر وزیر ہند اور پارلیمنٹ کے دیگر منارار اکین سے گفتگو کرتے رہے، خبر بیان انجینیئروں سے اب تک جو کچھ اطلاعات معمول ہوئی ہیں ان سے یہ پتہ چل رہا ہے کہ برطانیہ نظام گورنمنٹ کو برار واپس کرنے کیلئے تیار ہے، لیکن ابھی شرائط طے ہونے باقی ہیں ہمارے خیال میں نظام کو یہ بھی ایک بڑی کامیابی ہے کہ برطانیہ اس مسئلہ آدھ ہے اس سلسلہ میں بعض ایسی اطلاعات بھی مل رہی ہیں جن کی مقبولیت میں ہمیں شبہ ہے، مثلاً یہ کہ برطانیہ کا نظام گورنمنٹ سے یہ مطالبہ ہے کہ نظام گورنمنٹ برطانیہ کو تمام روپیہ ادا کرے، جو برقی کا برار کے انتظام پر اس وقت تک صرف ہوا ہے

ہم اس وقت ان جزو بات میں پڑنا نہیں چاہتے لیکن جو حق برطانیہ کے تمام مطالبات سامنے ہوں گے اس مطالبہ کا یہ جواب دیا جائے گا کہ برطانیہ کو خرچ کے ساتھ آمدنی بھی تو ہوئی ہے، پھر اس قسم کے مطالبات کی کیا منہ برطانیہ کی طرف سے اس قسم کے مطالبات ایک طرف ہیں اور دوسری طرف برطانوی ہند و نیز برار کے بعض حقوق سے برار کی واپسی کی مخالفت کیجا رہی ہے سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کو ذیل و استقالات کا حق ہے یا نہیں؟ ہنگ یہ صحیح ہے کہ اہل برار کو شورش کرنے سے کوئی باز نہیں رکھ سکتا وہ ضرور شورش پھیل گئے۔ لیکن دیکھنا یہ چیک انڈیا کا برار کے معاملہ میں وہ کوئی فریق بھی ہیں یا نہیں؟ اس تحقیقات کے لئے ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ جس وقت حکومت ہند نے نظام گورنمنٹ سے برار داری طور پر لیا تھا اس وقت بھی برار میں استعجاب رائے عامہ کیا گیا تھا۔ نہیں کیا گیا۔ اہل برار اس معاہدہ میں جو حکومت ہند اور حکومت برار کے درمیان ہوا۔ ابتدا ہی سے کوئی فریق نہیں گردانے گئے لہذا اب بھی ان کا بھٹن، ان کا احتجاج اور ان کی شورش اس معاملہ کے تعین پر کوئی اثر نہیں کر سکتی اور برطانیہ کو اہل برار کے احتجاج کو محبت قرار دینا کیا اس کو دکر میں لانے کا بھی حق نہیں۔۔۔

خط فہمی نہ ہو ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ رائے عامہ کوئی چیز نہیں اور لوگوں کو اپنے دھن کے مستقبل کے متعلق رائے دینے کا کوئی حق نہیں۔ ہمارے نقطہ نظر سے تو سوائے رائے عامہ کے اس معاملہ میں کوئی دوسرا حکم ہی نہیں ہو سکتا۔ مگر یہاں معاملہ کی صورت بالکل مختلف ہے جیسا کہ ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں اس معاملہ میں برار کوئی فریق نہیں ہیں۔ برار کے معاملہ کا فیصلہ دینے کے تمام مروجہ آئینوں کی رو سے صرف اس معاہدہ کی شرائط تک محدود رہنا چاہیے۔ جس کے جو آئین است شبہ ہے اور جس کی رو سے برار پر حکومت برطانیہ نے قبضہ کیا

استردادِ برار

(از حضرت مکیم آزاد الفزاری)

| | |
|---------------------|------------------------|
| قسمتِ استردادِ برار | اک مدت سے مستحق تھی |
| حکمتِ استردادِ برار | چشمِ خرد سے پہاں تھی |
| نسبتِ استردادِ برار | غیر مصدق خبریں تھیں |
| بابِ استردادِ برار | غیر موثق دعوے تھے |
| شہرتِ استردادِ برار | شکر ہے، ابھی سچ نکلی |
| حجّتِ استردادِ برار | واقعہ یہ ہے، حق پر تھی |
| صورتِ استردادِ برار | غیب سے حق نے پیدا کی |
| نیتِ استردادِ برار | پہلے حکومت ہند نے کی |
| خصیتِ استردادِ برار | بعد ازاں انگلینڈ نے دی |
| مدّتِ استردادِ برار | اس لیے کم سے کم سمجھو |
| ساعتِ استردادِ برار | مشرق ہو، نزدیک پہنچی |
| رویتِ استردادِ برار | خوش ہو کہ ہو نیوالی ہے |
| سرعتِ استردادِ برار | اہلِ نظر سے کہتی ہے |
| نوبتِ استردادِ برار | انشاء اللہ! اب آئی |
| دولتِ استردادِ برار | انشاء اللہ! اب پائی |

رہِ عمل کی باری ہے

مگر اجارہ داری ہے

ذو اب مویدا املک سر سید علی امام سابق صدر اعظم دولت اعظم



(جنہوں نے مطالبہ استعفاء ہوا کے سامنے مدینہ حضرت اقدس و اعلیٰ کی خوب نماز کی تھی)

نواب حیدر نواز جنگ بہادر، سر اکبر حیدری صدر المہام فنانس
و صدر حیدر آبادی وفد (گول میز کانفرنس)



جو مطالبہ استرداد برادر کے متعلق برطانوی حکومت اور حکومت ہند کے آگے اعلیٰ حضرت
بندگاہ عالی کی وکالت فرما رہے ہیں اور توقع ہے کہ آپ کی مساعی کامیاب ہوگی

استرداد برائے مفروضہ الیٹ پر ایک نظر

(از ۴)

سٹراکیم۔ وی بھاگیہ ریڈی درما ایڈیٹر بھاگیہ نگر تریکا ولیدرا دی ہندو مومنٹ حیدرآباد دکن

برائے استرداد کا مسئلہ ہندوستان کے جدید دستور کی تدوین کے موقع پر بہت ہی اہم ہو گیا ہے۔ لارڈ ریڈنگ سلیٹ و لیرلے منسٹر کے اس جواب کے بعد جو برطانوی حکومت کے غیر منصفانہ اور غیر منطقی استلاطات کا نتیجہ تھا اظہار اس بات کی توقع میں تھی کہ یہ مسئلہ مستقبل قریب میں پھر برطانوی حکومت کو متوجہ کر لیتا لیکن وفاقی دستور کی تشکیل کے اسکیم کے ساتھ جب ریاستوں کی آئندہ حیثیت اور ان کے سفاد کی حفاظت کا سوال پیش آیا تو برار کا مسئلہ پھر موضع بحث میں آ گیا۔ گولڈر کا نفرش کے گزشتہ اجلاس میں جاہلے وفد اور ملائی ممبرین کے درمیان برار پر بحث کچھ گفت و شنید ہو چکی ہے لیکن کانفرنس کے تیسرے اجلاس میں جو ابھی ابھی ختم ہوئے ہیں یہ سنکر اطمینان ہوا کہ سر سیمول ہورڈر پر ہندو بھی اس کی گفت و شنید کی کامیابی کا یقین کرنے لگے ہیں۔

برار کی آئندہ حیثیت کیا ہوگی؟

برار کی آئندہ حیثیت کے متعلق وزیر ہند کے اس بیان کے بعد جو لندن میں ڈن کے موقع پر دیا گیا تھا بعض حلقوں میں چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ گو حضور پر نور اعلیٰ حضرت ہندوستان عالی کے دعاوی اور برطانوی حکومت کے منصفانہ رجحان سے یہ ظاہر ہے کہ مستقبل قریب میں برار حیدرآباد کو واپس کر لیا جائے گا اور اس کی حیثیت پھر بھارت کی جو ہماری حکومت کے ایک علاقہ کی ہو سکتی ہے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ استرداد برار کے مسئلہ میں بعض حلقوں میں عجیب و غریب خیالات کا اظہار

ہو رہا ہے۔ چنانچہ ان میں سے ایک خیال یہ بھی ہے کہ برطانوی حکومت حیدرآباد سے ایک مستقل رقم وصول کرنے کے بعد یہ علاقہ واپس کرے گی۔

برطانوی حکومت کے شرائط یا غامضی کی برار کے متعلق

تجاویز مخالفین کے حلقوں میں برطانوی حکومت کے نام سے جن شرائط کا ذکر کیا جا رہا ہے ان کے بارے میں کچھ کہنا مفید ہے حیدرآباد اور برطانیہ کے حکومتوں کے مابین اس وقت تک گفت و شنید ہوئی وہ ابھی پر وہ رازیں ہیں جو حکومت نے اہلی حضرت حضور نظام کے برابر شاہی حقوق کو تسلیم کر لیا ہے لیکن استرداد اور ان کے متعلق ایسی چیزوں کا تقاضا اب بھی باقی ہے جو حکومت آصفیہ اور حکومت ہند کے مفاد کے درمیان مزید گفت و شنید کے بعد بالکل واضح ہو جائیں گی۔ ان زیر بحث مسائل و شرائط کو بیرونی اشخاص عجیب و غریب انداز میں پیش کر رہے ہیں مثلاً بعض حلقوں میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ برطانوی حکومت حیدرآباد سے ایک مستقل رقم وصول کرے برار واپس کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اور اعلیٰ حضرت ہند کا فعال یہ رقم ادا کرنے پر آمادہ ہیں۔ اس مفروضہ بشرط کی ممکنہ خیزی سے صاف ظاہر ہے کہ یہ طبقہ جو اس خیالی کا بانی ہے اطمینان کے حلقہ مطالبہ سے نا آشنا ہے ورنہ اسے معلوم ہوتا کہ ایک ایسے علاقہ کی دہائی کے متعلق یہ شرط کوئی سمجھا حکومت کو نہیں کر سکتی جس پر ایک دوسری حلیف حکومت کو ہر طرح شاہی حقوق حاصل ہیں

برطانوی مذہبین اور خود سر سیمول ہورڈر اس کا اعتراف کر چکے ہیں کہ تاجدار ہند کا مطالبہ بہت معقول اور حق بہ جانب ہے۔ اس اعتراف کے یہ معنی ہیں کہ برطانوی حکومت برار کے مسئلہ میں وہ تمام حقوق واپس کرنے کے لیے تیار ہے جو اس کو اب تک حاصل رہے ہیں۔ کسی علاقہ کی خریدی کا سوال شاید اس وقت منہمک ہوتا جبکہ ہمارا اس پر کوئی حق نہ ہو۔ مگر یہاں کو کیفیت یہ ہے کہ جو علاقے از روئے معاہدات ہیں واپس لینے چاہئیں ان میں سے صرف ایک برار کی دہائی کا ہم مطالبہ کر رہے ہیں۔ پھر استرداد کے مسئلہ میں ایک بڑی غیر رقم کی ادائیگی کے آفر کیا جاتی ہیں۔ جہاں تک میرا خیال ہے یہ شرط مخالفین کی خانہ مانا ہے جس کا اب تک برطانوی حکومت کو خیال بھی پیدا نہیں ہوا ہے۔ اسی مسئلہ میں بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ برطانوی حکومت حکومت نظام ہے وہ افراحت طلب کرنا چاہتی ہے جواب تک برار کی ادائیگی ترقی کے لیے صرف کئے گئے ہیں۔ ظاہر یہ مطالبہ بہت معقول ہے ورنہ اس مطالبہ کے بعد حیدرآباد کو یہ بھی حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ یہ جانچ کر مال کرے کہ برار کی آمدنی کیا رہی۔ برار یوں کی صلاح دہو ہو دیکھنا خرچ کیا گیا۔ اس مسئلہ میں چیزیں صاف طور پر ظاہر ہو جائے گی کہ برار سب سے منفعت اٹھا رہا ہے اور خود برار کے باشندوں کی ادائیگی ترقی کے لیے اس آمدنی کا نصف بھی مشکل سے صرف ہوا جو یہ علاقہ پیدا کرتا رہا ہے ان حقائق کی موجودگی میں کسی کو یہ جرات نہیں ہو سکتی کہ وہ اس رقم کی شرط پیش کرے۔

براجید آباد کے تحت رسکا مگر حکومت

سی پی کی ہوگی جیسے یہ دیکھ کر انتہائی رنج ہو تا ہے کہ اس ذمیت کے غیر ذمہ دارانہ اور غیر متفقانہ خیالات کا ان لوگوں کی طرف سے اظہار ہو رہا ہے جو حق و انصاف کی وکالت کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں مملکت آرمینیا اور مملکت برطانیہ کے باہین مشراٹھ کا ابھی نہ تو تعین ہو چکا ہے اور نہ وہ اب تک زیر بحث آئے ہیں لیکن اس سے پہلے ہی مقدمہ برادرشخصانہ حکومت کے سامنے تجویز پیش کر کے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ برطانوی حکومت کا ارادہ خدا محکم ہے وہی ہے جس کا وہ مختلف موقعوں میں اظہار کرتے رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ برطانوی حکومت برار کو اس طرح دلیں کرے گی کہ وہ حیدر آباد کا ایک علاقہ تو رہے گا مگر گلاس پی کی اس پر حکومت رہے گی مثلاً اعلیٰ حضرت اپنی طرف سے برار کے گورنر کا تقرر کر دیا کریں گے براران کی مملکت کے

زیر نگین جو کجا مگر اندرونی معاملات پر سی پی کو پورا اقتدار حاصل رہے گا۔

م اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ بیان کردہ نقطہ نظر برطانوی حکومت کا نہیں ہے لیکن اگر اسی صورت پیش بھی آئے تو حیدر آباد اس بات کو کسی طرح گوارا نہیں کر سکتا کہ وہ اس قسم کی مشراٹھ بننے کے کیلئے کوئی بھی توجہ کرے اس پر دادرار کے متعلق حضور برادر اعلیٰ حضرت بندگان مالی کے حقوق کعبہ افترا کر لیا جاتا ہے تو اس کے بعد کوئی چیز رکاوٹ نہیں پیش کر سکتی۔ جب حکومت نے یہ علاقہ حیدر آباد سے حاصل کیا تھا تو اس پر حیدر آباد کا پورا اقتدار مسلط تھا اور جب یہ واپس ہو تو اسے اختیارات اور حقوق بھی واپس ملنے چاہئیں۔

برطانوی حکومت کے اہل

استر دادرار کے سلسلہ میں برطانوی حکومت کے موجودہ نقطہ نظر کو ہم اطمینان دلانے کی نگاہ برطانوی ہند کے عوام کو خراب و خیال بھی نہیں ہے

سے دیکھتے ہیں کہ اس نے سابقہ انصاف کی تلافی کا تہیہ کر لیا ہے اور ہندوستان کی اس ریاست کا ایک اہم علاقہ واپس کرنے کا ارادہ رکھتی ہے جو ابتدا سے اس کی صلیب رہی ہے۔ ہم اس موقع پر جب گنت و شنید ابھی پایہ تکمیل کو نہیں پہنچے ہیں۔ برطانوی حکومت سے اہل کہتے ہیں کہ حق و انصاف کو ہاتھ سے جانے دینا اور برار کا علاقہ اس طرح حیدر آباد کو واپس کر دیا کہ اس پر اسے پورے شہری حقوق حاصل رہیں حکومت کے اسی متفقانہ طرز عمل سے ایک طرف تو حق حقدار کو ملے گا اور دوسری طرف برار کے باشندے اس سے ساتھ انہیں نعمتوں سے مستمع ہوتے رہیں گے جو اس دور عثمانی میں نہیں حاصل ہیں حکومت تاجدار دکن کی جمہور نو آزمی نے حیدر آباد کی ترقی و تہذیب کو مسلح بر لانے کا جزبردست کام انجام دیا ہے اس لئے تاج ہمارے سامنے ہیں اور قوت ہے کہ برار بھی ہمارے جمہور نو از بادشاہ کے زیر سایہ ایسی جزبردست ترقی کرے گا جس کا

(بقیہ مسئلہ برار صفحہ ۳۷)

اہل برار حکومت برطانیہ کی عارضی رعایا ہیں اور حکومت نظام کی مستقل گویا ان کو مستقل شہری کی حیثیت حکومت نظام میں حاصل ہے وہ اپنی حکومت سے ہر سیاسی مطالبہ کر سکتے ہیں حکومت ہند کو ان کے اکیٹیشن کا جواب ہی دینا چاہئے اور واقعی ہی جواب حکومت ہند نے اب تک دوسری دلی ریاستوں کی رعایا کو دیا ہے اس وقت قریب قریب تمام دلی ریاستوں کی رعایا آج بھی حکومت کا مطالبہ کر رہی ہے اور حکومت ہند ان کے اس مطالبہ میں اس وقت تک کہیں تائید کرنے کے لیے آمادہ نہیں حکومت برطانیہ کو یہی طرز عمل برائیں ہی قائم رکھنا چاہئے صوبہ متوسط کی طرف سے برار کی دلی کی اس بنا پر مخالفت کی جارہی ہے کہ اگر برار واپس جو گیا تو صوبہ کا خرچ بقیہ حصہ ملک سے نہ مل سکے گا لیکن یہ کوئی مستقل دلیل نہیں نظام صوبہ کا خرچ چلانے کے ذمہ دار نہیں فرض کر دے کہ برار کی موجودگی میں ہی اگر خرچ پورا نہ ہو تو کیا نظام سے یہ مطالبہ کیا جائے گا کہ آمد و خرچ کا فرق پورا کرنے کے لیے اپنی مملکت کا

کچھ اور علاقہ صوبہ متوسط میں شامل کر دیں ہمیں یقین ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ میں اس کیجہ دعویٰ کی کوئی شدائی نہیں ہو سکتی البتہ اس سے ایک بات کا نتیجہ مل گیا کہ آمدنی اتنی سے کہ وہ اپنے اخراجات پورے کرنے کے بعد فیصل آمدنی صوبہ متوسط کے اخراجات پورے کرنے کے لیے دلی کے لئے لہذا اب یہ دعویٰ ذرا مشکل سے کیا جاسکے گا کہ برار پر حکومت ہند نے اپنا روپیہ خرچ کر دیا ہے۔

(بقیہ سلسلہ معلومات برار کے حقیقی مالک ہیں) از سر نو تنظیم و تشکیل ہوگی اس موقع پر برار کو حیدر آباد کے تحت آما جاسے کیونکہ ضرورت اور برائیاں کے وقت ہم مستفید ہو سکتے ہیں۔ اہل برار اور حیدر آباد اس اتحاد سے خوش رہ سکتے ہیں استر دادرار کی مخالفت میں جو استدلال پیش کئے جاتے ہیں ان کے متعلق میں اپنے خیالات کا اظہار کر چکا ہوں اور بیرونی افراد کی مخالفت کو مقبہ اور غیر ذمہ داری کا نتیجہ سمجھتا ہوں سر اگر حیدر آباد کے

تدبر اور فراست کے آگے ہم خرچ تلاش پیش کر سکتے ہیں جنہوں نے برطانوی حکومت کو یہ سمجھا دیا کہ اپنے بارہ فادار کے ساتھ اس وقت اس کا سلوک کیسا ہونا چاہئے۔

نیک مشورہ

اگر آپ چاہتے ہیں کہ بعد امتحان نصارت آپ کو ایسی نیک ملے جو بہترین اور ترقی پسند کے موافق بنیاد کی گئی ہو اور جو آپ کو حفظ نصارت کی عزت دے سکے تو سب سے پہلے ہماری فرم سے مشورہ فرمائیے تاکہ آپ کو قابل اطمینان عینک حاصل ہو سکے بازاری روی مشیر سے بچئے۔

حکیم آزاد انصاری گولنگا ننگا (حیدر آباد دکن)

استرداد براہِ بخلاف بعض ہندوؤں کا غلط فہمی

(از مولوی غلام رسول مہرلی۔ اے مدیر انقلاب)

ریاستوں میں ملائینے سے متعلق استعواب پر عمل ہوتا ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ برادری دولت آصفیہ کا جزو ہے اور اسے ہر حال میں دولت آصفیہ کا جزو رہنا چاہیے۔

ہندوؤں کی حریت طلبی

ہم عرض کر چکے ہیں کہ صرف ہی ایک واقعہ ہندوؤں کی حریت دوستی اور آزادی طلبی حقیقت آشکار کر دینے کے لیے کافی ہے۔ سال سے دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ ہندوستان پر غارتگری حکومت کے بجائے ہندوستان کی حکومت قائم ہونی چاہیے۔ اس حقیقت کا بھی شخص کو اعتراف ہے کہ ایسی ریاستوں کے فرمانروا ہر حال ہندوستان میں خواہ ان کے حامی کدہ ادارات کی حیثیت کتنی ہی قابل اعتراض ہو۔ یہ بھی اہل اصول ہے کہ اپنی حکومت خود کتنی ہی بری ہو لیکن فردنی بتر سے ہر حکومت کے مقابلہ میں ہزار درجہ قابل ترجیح ہے لیکن یہ کسی درجہ تعجب خیز امر ہے کہ ہندو استرداد براہ کے سلسلے میں ان تمام حقائق کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ نہ انہیں اپنی حریت طلبی کا خیال رہا ہے نہ یہ بلور رہا ہے کہ برادری دولت آصفیہ کے پاس جس قدر جس کی رعیت پروردی اور رعیت نو از کی کم از کم اس دور میں باطل سمجھا نہ ہے۔ پھر کیا استرداد براہ پر اعتراض صرف اس وجہ سے نہیں کیا جا رہا ہے کہ اعلیٰ حضرت شہر یار کون جلعہ مجتہد شمس الاسلام ہیں، معلوم ہے کہ ہندوستان کو یہ حالات موجودہ کتنی ہی اختیار مل جائیں لیکن اس کے ساتھ حکومت برطانیہ کا مکمل تعلق بہر حال قائم رہے گا اور گاندھی جی اور انام دوسرے لیڈر اس تعلق کے قیام کے خود اقرار ہی ہیں لیکن ہندوؤں کو یہ غلط فہمی نہیں کہ برادری ایک ہندوستانی فرمانروا کے تابع آجائے گا اگرچہ اس طرح ایک دیرینہ بے انصافی کی تلافی ہی ہوتی ہے اس کے برعکس وہ بے انصافی کو قائم رکھنے پر مہر ہیں اور چاہتے ہیں کہ حکومت ہند کے تابع رہیں مگر ہندوستان فراموشی کے تابع فرمان آئین کیا ان حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے استرداد براہ کا کوئی نفع ایک لمحہ کے لیے بھی آزادی، حریت یا خود اختیاری نظام حکومت کا کوئی دعویٰ زبان پر لاسکتا ہے؟

اور اس انتخاب سے قبل معلوم نہیں ہو سکتا کہ اہل برادری کیا چاہتے ہیں؟ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صوبیات متوسط کی کونسل کے بعض ممبر خود کونسل میں بھی سوال اٹھا چاہتے ہیں

استعواب اے عامہ ڈھونگ

ہم استرداد براہ کے متعلق استعواب رائے عامہ کے سلسلے پر قبل از میں فصل بحث کر چکے ہیں۔ سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ جس وقت برادری دولت آصفیہ سے علیحدہ کر کے براہ راست حکومت ہند کے زیر انتظام لایا گیا تھا اور اسے صوبیات متوسط سے ملا دیا گیا تھا تو کیا اس وقت اہل برادری سے پوچھ لیا گیا تھا اور ان کی رضامندی حاصل کرنے کے بعد یہ قدم اٹھایا گیا تھا؟ کیا کوئی ہندو ممبر کونسل یا سرزنش آف انڈیا سوسائٹی کا کوئی رکن نہیں تھا کہ لاڈلہ لارڈز کی عہد سے لیکر لارڈز کونسل کے عہد تک یعنی ۱۹۴۷ء اور ۱۹۴۷ء کے درمیان کس کو ترجیح برادری سے استعواب کیا گیا، کس موقع پر ان کی رائے لی گئی اور کس موقع پر ان کی خواہشات کو بنیاد فیصلہ بنایا گیا؟ اگر برادری ناخوش و غور ہونے وقت اہل برادری کے لئے پوچھی گئی تھی تو اب یہ سوال اٹھانے کی گنجائش کہاں سے ملے گی؟ کیا کوئی جواب دیا گیا ہوگا ہے۔ یہ سبک بیلے ہی قانونی تھا اور اب بھی قانونی ہے۔ پہلے حکومت ہند نے قانون کا غلط استعمال کیا اور پھر وہ ہے کہ اس غلطی کی تلافی ہو جائے۔ حکومت ہند نے خواہ مخواہ ایک گرانقدر قسم دولت آصفیہ کے ذمہ لگا لی اور اس قسم کی جوئی کے ضمن میں برادری کا انتظام بنیاد لارڈز کونسل نے دوا دی ہے اس صورت دے دی۔ اب ثابت ہو چکا ہے کہ اس قسم کا دولت آصفیہ کے ذمہ لگانا درست نہ تھا اور اگر کوئی قسم نکلتی تھی تو اس کے عوض میں برادری کا دوا دی جائے لکھو ایسے کے لیے کوئی وجہ اور جرح نہیں کی جاسکتی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس ضمن میں اہل برادری سے استعواب کا سوال کسی طرح بھی درمیان میں نہیں آتا۔ استعواب اسی صورت میں ضروری تھا کہ پہلے انتظام کو منتقل کرنے کے لیے اسے بنیاد بنایا گیا ہوتا یا ایسی ریاستوں کے علاوہ جہ کو برطانوی ہند میں شامل کرنے یا برطانوی ہند سے علیحدہ کر کے دوبارہ

معلوم ہوتا ہے کہ استرداد براہ کے ضمن میں بعض ہندو اب تک فتنہ انگیزی کے دہیے ہیں اگرچہ یہ واضح ہے کہ ان کی فتنہ انگیزی بالکل بے موقع، بے سود و بے نتیجہ ہے۔ برادری کا مسئلہ ہندوؤں اور مسلمانوں کا مسئلہ نہیں بلکہ دولت آصفیہ اور حکومت ہند کا مسئلہ ہے۔ حایان استرداد براہ کا دعویٰ یہ ہے کہ اس علاقے پر حکومت کا قابض و متصرف ہونا ہرگز مناسب نہ تھا اور جن طریق پر لاڈلہ کونسل نے اعلیٰ حضرت میر محبوب علی خاں مرحوم و فقیر سابق فرمانرواے دولت آصفیہ سے برادری کا دوا دی چٹہ حاصل کیا وہ طریق ہر لحاظ سے قابل اعتراض تھا اب متوقع ہے کہ حکومت ہند اپنے کارکنوں کے ایک مناسب مصل کی تلافی کر دے اور دولت آصفیہ کے دیرینہ تعلقات اعانت و رفاقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے حکومت مذکور کے لیے یہی زیبا ہے کہ ان تعلقات کے دامن پر کوئی دھبہ باقی نہ رہے۔ یہ فاس قانونی مسئلہ ہے۔ تاریخی و تالیف شاہد ہیں کہ برادری دولت آصفیہ کا حق مسلم ہے۔ دولت مذکور کی سیادت و دوا دی بیٹے میں بھی غیر مشتبہ طور پر قائم رکھی گئی ہے لہذا اس مسئلہ کا فیصلہ جس قانون کی بنیاد پر ہونا چاہیے جب یہ ثابت ہے کہ برادری حکومت ہند کا تقرن ناجائز تھا اور اس میں ہیش ہوا علاقے کو دولت آصفیہ سے علیحدہ کرنے کے جواز میں کوئی دلیل پیش نہیں کی جاسکتی تو حکومت کا فرض ہے کہ وہ اسے اعلیٰ حضرت شہر یار کون کے حوالے کر دے۔ اعلیٰ حضرت برادری کے رعایا کی بہتری فلاح اور بہبود کے لیے جو انتظام مناسب سمجھیں ناگزیر فرمائیں لیکن انوس کہ ہندوؤں نے خواہ مخواہ اسے ہندو مسلم مسئلہ بنانے کا ارادہ کر رکھا ہے

فری پریس کی ایک تازہ اطلاع منظر ہے کہ اب یہ مسئلہ صوبیات متوسط کی کونسل کے اجلاس میں پیش ہو گا اور سرزنش آف انڈیا سوسائٹی کا ایک اخبار اس بات پر زور دے رہا ہے کہ جس طرح علیحدگی برائے مسئلہ پر عام انتخاب ہو اتنا اسی طرح برادری کو صوبیات متوسط سے علیحدہ کرنے کے مسئلہ پر بھی عام انتخاب ہو جائے

صرف یہی ایک وقت اور یہی وہ کہ کفایت کا

ضامن ہے



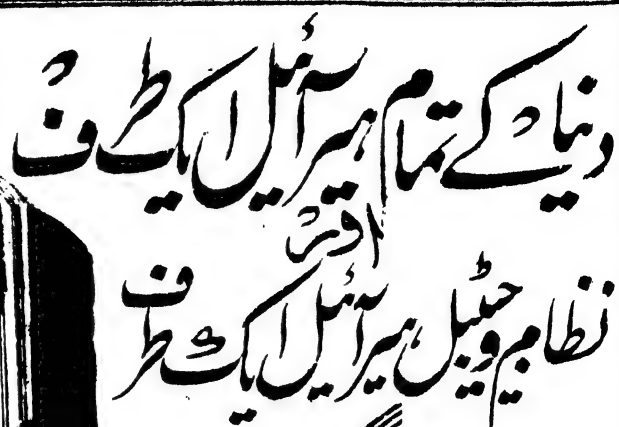
کے خصوصیات
پائیدار
خوبصورت
خوش وضع
خوش رنگ
دلکش ڈیزائن

کے اقسام
ٹوئیڈ
ویسٹنگ
سرج
فٹ لائن
محسوس

ہر شخص کی زبان پر صرف "سن برج" ہی جان بچ ہے،

"ایڈمو"
رئیس ملائیات

سن برج کاؤس مصطفیٰ بازار
عابد بلڈنگس حیدرآباد وکن



تجربہ بتائے گا کہ

سچے آواز سہاری نہیں بلکہ
حقیقت آپ ہی تکی ہے
فیلا کوڑہ

کتاب سیرت النبی
کتاب سیرت النبی

ملکی مال ملک صنعت ملک فائدہ!

دی ممتاز جام فیکری اراشفاد حیدر آباد

جس میں بہترین و خوش گوار، شربت و مربے و آچلہ، و چینی طوے،
 مٹھائیاں ہر وقت تیار اور مصنوعی میوہ جات آرٹو دیئے پڑتے
 ہیں مطلب کر کے لطف اٹھائیے اور ملکی صنعت کو فروغ دیجئے

فہرست اور تاجزں سمیت

اضلاع یرمال بذریعہ وی-ینی

“MATT-BITU”²³

مٹ مٹو
عجوبہ روزگار رنگ

(۱) قیمت میں ڈسپنسر سے ارزاں (۲) بیچ میں آبل پیٹ کا مقابل کرتا ہے۔
 (۳) عمل میں پر رنگ سے زیادہ صحت بخش و خوش حورار۔ (۴) عمر میں دینے کے
 دوسرے سب زنجوں سے بانیدار اور ہر موسم میں ایک ہی طرح قائم رہتا ہے۔ ہسوی
 گرمی یا برسات سے متاثر نہیں ہوتا۔ (۵) خوبصورتی میں لامتناہی۔ چونکہ مختلف
 گہرے و ہلکے رنگوں میں ملتے ہے۔ (۶) اس رنگ سے بچی ہوئی دیوار اگر قتل یا پانی
 وغیرہ کا جذبہ پڑ جائے۔ تو وہ گیلے پڑے سے دیوار کے رنگ کو فریب بخلائے بغیر اسی
 طرح صاف ہو جاتا ہے۔ جس طرح آئینہ۔ (۷) دیوار پر لگائی ہی خشک ہو جاتا ہے کبھی
 دیواروں پر مچھی کا مبیالی سے ہوتا ہے۔ اور تھوڑے دیواروں کی یہ سائیک بدنامی مٹ جیو
 ٹھاؤ تیلے۔ (۸) درآنگ دم، درآنگ بوم، بند بوم، ڈرینگ روم۔ با تھووم، ورائڈ
 باؤنچی، نہ ٹول، ایکب، غور، وک، خاب یا کولوں سے کیاں طرز پر اپنی ارزاں کے باعث
 کامیاب ثابت ہلے تمام مندوستان میں قابل انجینئر انجینئر نے ضرورت سے بعض حالات میں
 رحیم بخش فال اینڈ لمینی انجینئر وغیرہ نے دیسی روڈ ترب بازار حیدرآباد، دکن سے
 دریافت فرمائے۔

صحرا و رطابت !

کے متکاشی غم کریں

تجربہ سے پہلے بدن ہو معتدلی نہیں
مفت امتحان کرنیکا ایک طر

کرو درجہ اولیٰ اور کارفرما سہولت کے لئے
آب حیات کا کام دیتی ہیں۔ خون کو دل
بدن کو فروغ دے اور ہڈیوں کو مضبوط کر دیتی ہیں
مستوی باہ و داغ جریاں اور روہ۔ نشانہ کی کمزوری کو دور کرنے والی
بے نظیر اور صریح القابیر گولیاں ۳۰ عدد ۶۰۰ روپے
نمونہ برائے ہر دو مہینہ۔

بے ضرر اور پرتاثر، فز، جلب کاشا ہکا
رجوں میں نام کی اور وہاں خون میں
تیزی پیدا کرنے والی قوت کو حاصل کرتا
ہے۔ زیادہ ترین غلات تہذیب ہے فنی خوردنہ کھانا کاسہ نمونہ ہر
دو دن میں بالوں کو قدرتی رنگ میں
رنگ دیتا ہے۔ بالکل بے ضرر اور
خدا دکن اسٹا
اصحاب عرقہ ان دھیر اصحاب مفتی طلب فرمادیں قیمت ہر دو مہینہ
کھانا ۳۰ روپے بطور نمونہ ۲۰

دوا اسم غذا یعنی غذا میں
دوا استعمال کرنے کا
اگر کھانا طبعی ہے، نہ غذا بد مزہ نمونہ ہر دو مہینہ کے آخر میں ملی۔
مفصل حالات معلوم کیجئے۔

شفا خانہ سائنس نیا بی بی لہ خدمات کی بنیاد پر ہر طرح اس قابل ہے کہ آپ اس پر اعتماد
کریں کیونکہ شفا خانہ کا مقصد اولین آپ فائدہ اٹھانے کی بجائے آپ کے فائدہ پہنچانا ہے۔ اور اس کے
استہار کا مقصد آپ کے دھوکہ دینے کی بجائے آپ کے دھوکے سے محفوظ رکھنا ہے۔ مگر پھر بھی آپ کے
مزید اطمینان کے لئے شفا خانہ نے یہ طریقہ جاری کیا ہے کہ آپ خاص ادویہ کو نمونے کے طور
پر بالکل مفت حاصل کر سکتے ہیں۔

شفا خانہ کی مخصوص ادویہ کے علاوہ آپ اپنی ہر شکایت کے متعلق
قطع نظر اس سے کہ آپ ہیں یا نزدیک شفا خانہ کی خدمات سے فائدہ اٹھا
طبعی مشورہ ہر حالت میں مفت درجہ روانہ ہو گا

شفا خانہ کے مخصوص مرکبات کی فہرست کو نظر اطمینان ملاحظہ فرمائیے۔ تمام مرکبات
ہر مزاج اور ہر مقام کے لئے سو فیصدی مفید ثابت ہو چکی ہیں۔ تجربہ بہترین کوٹی ہے۔

نمونہ۔ مقامی مفت اشعار کیلئے ہر کے ٹھٹھ پر
میں شفا خانہ سائنس نیا بی بی لہ خدمات کی بنیاد پر ہر طرح اس قابل ہے کہ آپ اس پر اعتماد
کریں کیونکہ شفا خانہ کا مقصد اولین آپ فائدہ اٹھانے کی بجائے آپ کے فائدہ پہنچانا ہے۔ اور اس کے
استہار کا مقصد آپ کے دھوکہ دینے کی بجائے آپ کے دھوکے سے محفوظ رکھنا ہے۔ مگر پھر بھی آپ کے
مزید اطمینان کے لئے شفا خانہ نے یہ طریقہ جاری کیا ہے کہ آپ خاص ادویہ کو نمونے کے طور
پر بالکل مفت حاصل کر سکتے ہیں۔

حیدر آباد کا دل

از صاحبزادہ میرعلیم الدین علی خاں صاحب حکیم (عثمانیہ) ہندوستان میں صاحبزادگان
 اہل برطانیہ کی زلف سیاست میں عسکیم ایک دیوان دکن جو تھا سر ابا غدار
 ملک و ملک سے دغا کر کے پھنسا ہی ڈالا حیدر آباد کے دل کو جسے کہتے ہیں "برابر"
 ہمیشہ تو ہی تبادلہ جو نہ ہو پہلو میں! جان بے تاب کو کس طرح سے پھرائے قہار
 آہ و زاری کی بہت ملک نے ہو کر بیچیں بے بسی ایک بھی۔ دینے سے کیا صاف انکار
 سہمی کی اپنے زمانہ کے ہر اک آصف نے چھین سکتا ہے کوئی شیر کے پنجہ سے شرکار
 دل کے ارمان لیے دلہن جہان نے اٹھا نہ ملا پر نہ ملا واپس نہیں ملک بے آرا
 شور اس کے لیے اک ملک کے خادم نے کیا قصر مغرب میں کہاں جاتی ہے طوطی کی پکار
 دھمکیاں دے کے زبان بند کیا اس کو بھی اہل برطانیہ کے عدل و صداقت کے تیار
 تھی یہ دولت تو نصیب میں نہ تھا اس کے واپس کے لیے مدت سے تھا جس پر اصرار
 پیش کیں ایسی دلیلیں کہ ہوئے سب قاتل صورت حرف غلط مٹ گیا لفظ انکار
 چھوڑ دینے کے لیے ہو گئے اب آمادہ واہ کیا آصف ساج کے ہیں طالع بیدار
 ساقیا محفل عشرت کی کر اب تیاری تجھ کو کرنا ہے تمام اہل دکن کو سرشار
 جھگلیا چرخ پہ وہ دیکھنا اب رحمت نئے انداز نئے طرز سے آتی ہے بہار
 بے آنیکو ہے پھر زیر نگین مشال حیدر آباد کا بچھڑا ہوا دل ملک بے آرا
 در شہوار کی اللہ رے مبارک قدمی اب تو نبی کو میں غم بھی "پرس آف برابر"

دینا یا جلد مگر پاتا ہے حق اپنا حکیم

عدل و انصاف خدائے دو جہاں سے حقدار

برار کی آئینی حیثیت

از مولوی یحییٰ حسین الرحمن صاحب ایم ایل سی کیل بامیٹھ اور اکولہ برار

مسئلہ استرداد برائے متعلق سرسید کی چور کی بدولت تھوڑے عرصے کے بعد بعض معلقوں میں ایک ایسی نیا پیدا کرنا ہے مگر یہ اس باعث طمان ہے کہ یہ نہر ملی ذہنیت نہ ہوا سہا اور اس کے ہوا خواہوں کا یہی مقصد ہے۔ پانی و برادر کے بند و نواز اختیارات اور موصوبہ کے بند و لیدروں کے بیانات میں اس فرمودہ پیل کی کوڑی جاری ہے جس کا مفصل جواب میں (۲۱ سال قبل) اپنی تصنیف "مرآۃ البرار" اور اپنے متعدد انگریزی میں میں جو گذشتہ نو سال میں مطلق انگریزی جرائد میں شائع ہوئے ہیں ایک سے زائد مرتبہ دیکھا ہوا ہے۔ ستر تیسے سابق ہوم ممبر اور قائم مقام گورنر سی۔ پی نے بھی اسی بارہ استدلال کا نہایت شدید سے اعادہ فرما کر خیال ظاہر کیا ہے کہ استرداد برار کا فیصلہ انالیان برار کی رہنمائی کے بغیر ہونا چاہیے۔ اس مسئلہ میں ہم اس حقیقت کو ہرگز نظر انداز نہیں کر سکتے کہ استرداد برار کے فیصلہ کا طبعاً تعلق حکومت ہند کے حکمہ خارجہ سے ہے۔ یہ شوہر حکومت نہ صرف موجودہ آئین کے تحت فوج کے اندر ایک حکمہ "محفوظ" ہے بلکہ آئینہ آئین میں بھی اس کی کوئی حیثیت قائم رہے گی۔ بیٹوں گول نیر کانفرنس کے تمام مندوبین نے اس امر کو منظور کر لیا ہے کہ آئینہ (۱) ملاقاتیں ایک دوسرے کو تھوڑے عرصے کے بعد ایک ایک مقام کی مکمل ذمہ داری مابین شہنشاہ یعنی وائسرائے پر خاندان خود جاتا تھا جس نے جو دوسری گول نیر کانفرنس میں کانگریس کے مندوبین تھے۔ اس ۶۷ ویں کو بالآخر تسلیم کر لیا تھا۔ اس نظریہ کی موجودگی میں جہاں تک مسئلہ استرداد برار متعلق ہے اس امر کے ساتھ ساتھ اس کا سوال پیدا ہو رہا ہے جیسا کہ ہر سیاست دان واقف ہے حکومت ہند اور بری ریاستوں کے آئینی تعلقات "مہول شہنشاہیت" پر مبنی ہیں اور یہ حقوق شہنشاہیت نہ صرف ہندوستان بلکہ جمہوریت پسند انگلستان میں بھی محاسن وضع قوانین کے حلقہ و اختیارات کے باہر ہیں۔ دنیا کی متحدہ ذمہ دار حکومتیں اس دور آزادی میں اسی مہول پیل پر اس میں اپنی قانونی مبادیات ان کی مکمل کتب پر ایک کے ساتھ بھی پیش نہیں کیے جاتے اسی طرح سلطنت برطانیہ اور ویسی ریاستوں کے

مابین جو مبادیات یا "ٹریٹیز" موجود ہیں ان کی پریم رعایا یا رعایا کے نمایندوں سے ملحق نہیں ہے۔ ہندوئی ریاستوں کے مبادیات کی ترتیب کے وقت نہ راے عامہ کی گئی تھی اور نہ قانوناً آج اس کی ضرورت ہے۔ سبیلہ مابین اس استرداد برار اور یہ کہ وقت ہی اصول مد نظر تھا اور گذشتہ سال اسی اصول کے تحت استرداد ریڈیمنی دانندو عمل میں آیا ہے۔ اس وقت ہمارے "جمہوریت پسند" سیاست دان کہاں تھے اور انھوں نے صدمہ احتجاج کیوں بلند نہیں کی؟ مسئلہ استرداد برار کی آئینی حیثیت نفس یہ

برار کے عامہ مصلحت کو مطلق نہیں کر سکتی مزید برآں مسئلہ کے دستاویز کی حیثیت میں ہندو نامہ کی نہیں ہے بلکہ ایک پتہ ہے جسے صرف و صرف اس حکومت ہند اور دولت آمینہ۔ ان دونوں کو کوئی کوئی آئینی حیثیت نہیں ہے اس امر کا اور اتھاق ہے کہ ہام رسانہ کی کے شرائط پتہ میں بطرح چاہیں تو ہم کریں مسئلہ استرداد برار اس آئینی پہلو ہے مگر اس کے علاوہ جس میں یقین دلایا جاتا ہے کہ باشندگان برار کے حقوق میں کسی قسم کی کمی کا احتمال نہیں ہے بلکہ استرداد کے بعد باشندگان برار کو ذمہ دار حکومت کے دو اختیارات صرف ہوں گے جو حکومت برطانیہ برطانوی ہند کے دیگر اجوائے دفاق کو ملنا کہ دانی ہے تو ایسا حالت میں نہ صرف آئین بلکہ انصاف ہی استرداد ممبر کے خلاف کوئی اعتراض پیدا نہیں ہو سکتا۔ استرداد برار کے باشندگان برار کے حقوق کیا ہوں گے اسے سرکار حیدری نے دوسری گول نیر کانفرنس میں صاف کو دیا تھا۔ ایک ہی قسم کی شرط کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔ بالفاظ دیگر اگھر ضرورت کے تحت برار کو وہ حقوق دینے کیلئے رسانہ میں جو انہیں اس وقت حاصل نہیں ہیں جب استرداد برار کے سنی باشندگان برار کے موجودہ آئینی حقوق کا اضافہ ہے تو ہر جمہوریت پسند انسان کو اس کی تائید کرنی چاہیے۔ اس حالت میں رائے عامہ کا مال ہونا ایک فعل محض نہیں ہے۔ دنیا میں ایک کونسا آئین و قانون ہے جو حکم کو مجبور کرے تاہم کے حکومت کے اختیارات میں بدلے

مصورى
(کے)
بہترین کاموں کا
واحد مرکز
پیشکش کار
یوسف بازار نیال
(جید آباد و کنہ)
پروپر اسٹرٹ
فیصل آباد

ہے کہ اگر موصوبہ برادر اعلیٰ افرات خروجن کو واپس دیکھا گیا جس کے کہ انصافاً مستحق ہیں تو حکومت ہند کے موجودہ اختیار جن کے جواز کے خلاف نان بل تو دیکھا لاس میں بار بار پیش کر چکا ہوں ان میں ایک حکمہ کی وضع ہو جائے گی لہذا اگر کوئی مسترض ہو سکتا ہے تو حکومت ہند نہ اس کے انالیان برار میں آئینہ اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے کی حکومت ہند کو اس کا اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنے مصلحت کے حقوق سے ہٹ کر ہوا جائے یا کیا حکومت ہند کا حکمہ خارجہ اپنے "محفوظ" حقوق کو ہمارا جبر و جبرودہ یا ہمارا جبرودہ پر نہیں کر سکتا؟ اسی طرح وہ کونسا قانون ہے جسے برار کے دہائی پر شک و حق حکومت ہند کو مصلحت میں سلطنت برطانیہ

رباعی

باقی نہ رہی کوئی بھی حسرت دل و جانچی کل نعمتیں قدت سے مہیا ہے جہانچی
 برتر ششہ عثمان کے عجب بخت ہر یاد کیا عید مبارک ہوئی ماہ رمضانچی
 حسن گل شاداب گلستاں کیلئے ہے ایضاً شوخی نگر چشم حسیناں کیلئے ہے
 اپنا تو عقیدہ ہے مگر اور ہی بدتر جو کچھ بھی ہے عثمان علیاں کیلئے ہے

اعظم اسٹیم پریس

گورنمنٹ ایجوکیشنل پرنٹرز (چارمنیار)

حیدرآباد دکن

ہمارے یہاں ہر قسم کی سادہ نگین طباعت کے کاروبار کو اعلیٰ پیمانہ پر جاری رکھنے کے علاوہ ٹائپ، اردو، انگریزی، تلوگو، مرہٹی

ہندی۔ پانچ زبان میں عمدہ کتب و دیگر کام وغیرہ اور ہر قسم کے بلاس کی طباعت کا

بہترین انتظام خاص اہتمام کے ساتھ ماہران فن کی نگرانی میں کیلیڈ ہے اکیوت آرڈر دیکر آؤٹ فرمائیے

ملش۔ نیچر اعظم اسٹیم پریس۔ تھ

آسائش آرام راحت

زندگی کی تینوں چیزیں بہت ہیں

جہاں کہیں ہیں کسی مقام پر آپ کو میسر آئے اس مقام کو بلا حسیبہ کا نمونہ کہیں گے

ولکاتی ہولڈنگس

شاہد اور وسیع عمارت عمدہ آرام دہ فرنیچر بہترین برقی قمقمے اور نلکے

ہندوستانی، انگریزی، اور آلمین ہر قسم کے لذت کھانے خوش ذائقہ ٹھانیاں

لنچ بی۔ ڈیزر بہترین بلڈروم

کثیر گارڈن فریڈا کی تھیل رنجاب فی الفو کی جی جی کو دو سو روپے مقابلہ میں بیٹا خصوصی حال ہے

قیام کا معقول انتظام ہے گھر سے زیادہ سہولت اور آرام

آپ کے آڈر کے ایڈر

آپ کے آڈر کے ایڈر

آر وی کا جی ایڈ کو کوٹھی حسن الملک مرحوم چاکھاٹ جیادون بلڈیفون (۴۳۴)

قرضہ کنجیٹ اور برار

از سرگندے راؤ بی ایس ایل بی کل ایگرو

سرپرست ہونے کی تقریر کے تعلق لندن سے ایک بحری تار آنے کے بعد ہر شخص یہ خیال کرے گا کہ برار جو کہ انڈیا ہائوس نظام کی ریاست کا ایک مکمل جز ہے۔ اور اس کے حقدار مالک کو واپس کر دیا جائے گا۔ اب میں مختصر طور پر اس مسئلہ کا خاکہ پیش کرتا ہوں جس کے تحت برار مخصوص کیا گیا تھا۔ اور اس کے بعد پچھلے پر دیا گیا تھا۔ اس سے ناظرین کو کافی معلومات حاصل ہوں گی۔ اس سے میرا مقصد کوئی اختلاف یا تلخ جذبات پیدا نہیں ہے۔ بلکہ بعض تاریخی تفصیلات میں ایسا کرنا ہوں۔ جس کی واقفیت کی ضرورت ہے۔ حکومت برطانیہ نے غلطی کی تھی اور اگر اب اس نے اس غلطی کا اذکار کر دیا تو سارے معاملات درست ہو جائیں گے۔ اور تنازع کا صلح کا عنصر میں اختتام ہو جائے گا۔ اس زمانہ میں جب یہ معاملہ اول شروع ہوا تھا۔ تو اس میں کوئی شبہ نہیں رہا۔ اس معاملہ کی تفویض کچھ اعلیٰ درجہ کے سپریم کورٹ کے وکلاء کی ہدایت کی تبدیلی کے ساتھ یہ اسباب جو مقامی برہمن تھے۔ بدلتے گئے۔ اور دوبارہ تصفیہ عمل میں آیا۔ یکے با دیگر جس طرح یہ فیصلہ ملائے سپریم کورٹ کے لئے یا دہانے لگے۔ اب ہرمان برٹلو الین گئے۔ کہ یہ کس قدر مبینہ الحاق تھے؟ اس کے بارے میں تاریخی حقائق کا غور کیا جائے تو اس سے بڑھ کر اس میں کوئی شک نہیں رہے۔

اب لوٹ کر اس کے قابل بات ہے۔ کہ یہ پانچ ذریعہ اضلاع جو مشرقی ساحل پر واقع ہیں۔ فوجی امداد کے وعدہ پر نظام نے حوالہ کئے تھے۔

۱۸۵۷ء میں پہلے معاہدے کے ٹھیک دو برس کے بعد دوسرے معاہدے پر دستخط ہوئے جس کے تحت برطانیہ نے جو زمینیں اس میں کی ایک امدادی فوج رکھنے کا فیصلہ کیا۔ اور اس امدادی فوج کے قیام کے لئے نظام ۱۸۵۷ء اور ۱۸۵۸ء کی سالانہ رقم دینے پر رضامند ہوئے اور حکومت برطانیہ نے

جوابت فطرتی دیکھ کر فوج مسل بائبل ہائوس امداد کے جائزینوں کی حفاظت اور اہم خدمات کی بجائے فوجی ریاست کے اندر باخوبی یافتہ اختیارات کا تدارک کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہے گی۔

سنہ ۱۸۵۷ء میں ایک دوسرا معاہدہ ہوا جس کے تحت ۱۸۵۷ء اور ۱۸۵۸ء میں سالانہ خارج کی ادائیگی میں نظام نے اضلاع جاری اور دیگر پانچ کی سالانہ آمدنی ۱۸۵۷ء اور ۱۸۵۸ء میں جمع کی۔ جو اس کے قابل تھا اس پر یہ در نظام نے دائمی اخراجات کے لئے اس رقم کی ادائیگی میں جو اخراجات نے امداد کی فوج کے قیام کے لئے وعدہ کیا تھا۔ یہ اضلاع تقریباً تین سو مربع میل پر پھیلے ہوئے ہیں اور ان کے قابل ہے۔ اور شمالی علاقہ بھی اسی مقصد کے لئے نظام نے پر دیا تھا۔

چار سال کے وقفہ کی خواہش کرتے ہوئے نظام نے وہی اور خارجی فوج امداد کے لئے سات اضلاع تفویض کر لئے لیکن اس سالہ قریب سے زیادہ حیرت انگیز چیز ہے جس کا نہایت نوکس کے ساتھ اعتراف کیا جائیگا کہ ان فوجی امداد میں کوئی مسئلہ نہ تھا۔

سنہ ۱۸۵۷ء کے معاہدے کا ایک فقرہ صریحاً مذکور ہے۔

”تمام مداخلتی اتحاد کے موجودہ معاہدے سے منسلک اور ان کی گہری بہت مضبوط ہو جاتی ہیں۔ جس سے ایک معاہدہ کا دوسری معاہدہ کا دوست اور ایک معاہدہ کا دشمن خیال کیا جائے گا۔ یہ طے ہوا کہ اگر آئندہ جو معاہدہ یا کوئی دال کے زمینوں کی یا حکومت نظام کی کوئی رعایا یا باجیہت۔ اضلاع کی وجہ امداد کی ادائیگی میں رکھا جائے گا۔ یا بناوٹ یا معاہدہ کسی کے اشتغال میں نہ ہوگا۔ اور اس فوج یا اس فوج کا کچھ حصہ جیسی ضرورت ہوگی نظام کی فوج کے ساتھ اور ان کی سرکاری کو تیار ہوگی۔

لیکن یہ وعدہ جو دوسرے معاہدہ پر ہوا۔ نظام میں اس معاہدے میں اور اس کے معاہدے میں اعلان کی گئی تھی کہ یہ زمینیں دی گئی ہیں۔ جب زمینیں ان کے لئے مالیراہہ جب دینے سے انکار کیا۔ اور اس کی بددیانتی دیکھ کر نظام نے امدادی فوج کی مدد کا مطالبہ کیا تو یہ وعدہ چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔

میں نہیں بلکہ ۱۸۵۷ء اور ۱۸۵۸ء کا نظام گورنر جنرل نے نظام کو غیر کر کیا کہ وہ ملحدوں کا ایک ملحدہ دستہ قائم کریں۔ حالانکہ جو ضرورت فوجی امداد کے دینے کے لئے امدادی فوج موجود تھی۔ نظام نے اس سے انکار کیا۔ اور لاڈل کارٹولاس نے امداد کی مداخلتی اتحاد کے واجبات اندرون فتوات اور برائیاں کے خلاف حکومت برطانیہ کو حکومت نظام کی ضمانت کے ذریعہ فوجی امداد کے لئے ہر آزاد ریاست کا فرض ہے۔ وہ خود اس کا انتظام کرے گا۔ اور لاڈل کارٹولاس کی یہ دلیل یقینی طور پر عجیب نوعیت رکھتی ہے۔ نظام کے پاس اول کی ذاتی فوج بھی علاوہ ازین امدادی فوج کے لئے ۱۸۵۷ء میں پانچ اضلاع اور پچھتر سالہ میں دو اضلاع ان کے حوالہ کئے گئے تھے۔ لاڈل کارٹولاس نے اعلان کیا کہ ان کے حوالہ کئے گئے تمام لاڈل رکھنا چاہئے۔ اور ان کے بعد پچھتر سالہ میں ایک عجیب بات جو جمع پیر ہوئی۔ ریزیٹنٹ سرکوسل اور نظام کے وزیر اعظم نے لاڈل کارٹولاس کی رضا مندی یا انفعیت ایک حوالہ کیا۔ فوج کی سیم کی۔ اور وہ بالکل ریزیٹنٹ کے قبضہ میں تھی جس کا انتظام بے مضبوطی سے کیا جاتا تھا۔ شروع میں سالانہ اخراجات اٹھ لاکھ روپے تک پہنچ گئے۔ اور اس کے بعد آئندہ دس سال میں ۲۴ لاکھ روپے ہو گئے۔ اور پھر دوسرے بیس سال میں تقریباً پچاس لاکھ روپے ہو گیا۔ خاص بات جو نوٹ کر کے قابل ہے۔ وہ یہ ہے کہ نظام میں تمام فوج یا فوجی امداد کے لئے رقم ادا کرے۔ تھے ایک وہ امداد شمالی اضلاع کی جو ان کے لئے دے دے کی تھی ۱۸۵۷ء اور ۱۸۵۸ء امدادی فوج میں کے لئے جاری اور کیا سپر دیکھ گئے تھے۔ اور اب وہ میرا بادی فوج جس پر کم از کم بیس سالہ تھا لاکھ روپے صرف جوتے تھے۔ اور ان سب سے بالائے تمام کو مجبور کیا جا۔ تھا۔ کہ وہ سپر دیکھ اور اور ان کی فوجی فوج رکھیں گے یا برطانیہ کے سپر حوالہ دے۔ لیت واپس لے گئے۔ لے مداخلتوں کی بات جو مینا ہے وہ یہ ہے کہ جب فیڈلینڈ اور دیگر ریاستوں کے خوف سے اندرون فتوات برہمنوں کے فوجی امداد کی درخواست کی تعمیل نہیں کی تھی۔ اور ۱۸۵۷ء میں سالانہ اخراجات سے ان کو ملتا ہوا روپیوں اور ملنے والے سکول سے اپنی فوج برعکس لے لی۔ اس طرح اگر تمام فوجیں مشرقی علاقہ جات کے مالیراہہ کریں تو ریاست حیدر آباد پر تو تسلط یا تسلط کے طور پر سپر سالانہ غیر ضروری فوجی اخراجات کا بار پڑے گا۔ علاوہ ازین محض علاقہ جات اور مالیراہہ کا انتظام نہیں ہوگا۔ بلکہ مزید مالی بار بردار کرنا پڑے گا جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ریاست تیزی سے برہمن کے طرف چڑھتی تھی۔ اور حکومت برطانیہ اس پر بادی کو

سینے پر پتھر لکھ کر دیکھ رہی تھی۔ اب یہاں تذکرہ کرتے ہوئے غور کرنا چاہئے کہ نظام کی صرف یہی سپردگیاں نہیں تھیں بلکہ اس میں ستمناہی اضلاع فوجی امداد کے لیے اور ستمناہی میں پھر اسی مقصد کے لیے علاقہ حوالہ کرنے کے بعد جبکہ یہ امدادی فوج قائم کی گئی تھی اور ستمناہی ایک حیدر آبادی فوج رکھنے کے لیے مقرر کیا گیا نظام کو قوت تھی کہ جنگ کی حالت میں جھڑپ پیدل اور ہزار سوار فوج رکھنے کے بعد برطانیہ امداد کے لیے اس بڑی فوج کے لیے جب بھی طلب کیا گیا نظام نے رسد کا پورا انتظام کیا۔ ان تمام بڑی بڑی حرا لگیوں کے بعد یہہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ حیدر آباد کی مالی حالت تباہ تھی بلا ضرورت اور بلا وجہ اور اس پر لطف یہ کہ یہ حیدر آبادی فوج اس قدر اکثر افراجات پر نظام کے مفاد کے لیے نہیں رکھی گئی تھی اور پھر نظام کے ساتھ بلا کسی سہارے کے جس کے قیام کے لیے انہوں نے بھی اپنی رضامندی نہیں ظاہر کی۔ یہی حقیقت یہ ہے کہ اس فوج کی تنظیم خود برطانیہ کے مفاد کے لیے عمل میں آئی تھی۔

باجوہ نظام کی خواہشات کے اس حیدر آبادی فوج کے قیام کے اسباب حریفانہ شمار کئے جاتے ہیں۔

- (۱) یہ کہ برطانیہ مفاد کی ترقی ہو۔
 - (۲) یہ کہ امدادی فوج کے افراجات میں۔
 - (۳) یہ کہ فرانسیسی مفاد کے انصاف اور نظام کی فوج سے غیر ملکوں کو دور کرتے ہیں امداد ملے۔
 - اسی نظام کے مفاد قطعی طور پر نظر انداز کر کے لکے تھے۔
- اس حیدر آبادی فوج کا تعلق کسی معاہدے سے نہ تھا اور نظام کے ساتھ بغیر کسی منفعہ نہ طریقہ کے اس کا قیام عمل میں آیا تھا جیسا کہ ماسل ڈائریکٹران مورخہ ۱۸۹۷ء سے پتہ چلتا ہے اس سبب کے دوران محنتوں میں وہ جھگڑتے رہے۔

یہ بیان کرنا غیر ضروری ہے کہ از روئے سادہ و سادہ حق کا خیال کرتے ہوئے ہر ایک سے یہ مطالبہ کرنا کہ ہزار ہا قاعدہ سپاہیوں کا ایک دستہ قائم کیا جائے۔ وہ اس

راے کے خلاف ہے جس کی تجویز پیش کی گئی ہے اور جس کو حکومت ہند اور خود مختار کارگر بنایا ہے ستمناہی کے معاہدہ ستمناہی نے دفعہ ۱۲ میں ۱۵ ہزار سپاہیوں کی فوج کا عہدہ بیان ہوا تھا۔ جو امدادی فوج کے ساتھ اور صرف زمانہ جنگ میں کام کرتی اور یہ ناقابل گزیر طور پر تسلیم کیا گیا ہے کہ نظام کے افراجات سے اس فوج کا انتظام ہمیشہ برطانیہ افسر کے تحت ہوگا۔ نظام کے خاص ریاست کے اندر داخلی خدمات کے لیے حکومت کو ہم معاہدہ نہیں کرتی ہے؟

اب ہم اس امر پر غور کریں گے کہ آیا نظام درحقیقت حکومت برطانیہ سے ستمناہی میں یا اس کے پہلے کچھ رقم قرض لی تھی کرنل ڈیوڈن جو ۱۸۵۶ء میں اسٹنڈنڈٹ تھا اس نے لکھا کہ میری عینہ یہ رائے رہی ہے کہ دو مل کوٹیل (نظام امدادی) کے ذریعہ کے مطالبات پر غیر جنبہ داری کے طور پر سمجھ کر لی گئی۔ اور نظام کے خلاف ۸ لاکھ کے قرض کا دعویٰ بنی برصغیر نہیں ہے۔ ہر ماہ میں کے ذریعے ایک خط مورخہ ۱۹ اگست ۱۸۵۸ء میں جبکہ وہ حیدر آبادی فوج کی سالانہ رقم کی ادائیگی کے لیے مجبور رکھے گئے سکندر آباد اور جالندہ کے آٹھ دی کے زائد محاصل کا مطالبہ کیا جو کسی گزشتہ تاریخ میں حیدر آباد کے جائز محاصل کا ایک جز قرار دیا گیا تھا ستمناہی سے ستمناہی تک یعنی ۱۸ سال ان محاصل کو جس کی سالانہ ادائیگی ایک لاکھ روپیہ تھی ہم نے اسے قرض میں لے لیا جس قرض کے ہم بددی تھے اس کے خلاف ۸ لاکھ روپیہ بلا سود وہ نظام کو دینے کے بجائے ہم نے نظام سے حیدر آبادی فوج کی تنخواہ کے لیے ۱۸۵۷ء سے ۱۸۵۹ء تک سس سو سترچ ۶ فی صدی وصول کیا اور جس کا سود ڈیڑ لاکھ روپیہ ہوتا تھا۔ حالانکہ سود کی ادائیگی کے خلاف نظام نے برزور احتجاج کیا۔ یہی نہیں نظام نے برطانیہ سے کچھ بھی قرض نہیں لیا تھا۔ برخلاف اس کے ایک کثیر رقم انہوں نے نظام پر قرض ڈال دیا۔ یاد ہوگا کہ ۱۸۵۷ء میں جب یہ امدادی فوج قائم کی گئی تھی اندیشہ اس میں اس کے قیام کے لیے اضلاع ملاری اور گداپا پر در دے گئے تھے اور پھر

کے ذریعہ ۲۳ لاکھ روپیہ سالانہ لیا گیا حالانکہ ابتدا میں جیسے کہ انتظام کیا گیا تھا۔ اس امدادی فوج کے افراجات ۱۸۵۷ء ۲۴ لاکھ روپیہ تھے۔ سیمپور کے ممبر کوٹل اپنے ڈائریکٹ میں ایک خط مورخہ ۱۸۵۷ء میں ستمناہی میں نظام کے ساتھ ہمارا معاہدہ جو ریاست حیدر آباد سے سرجوہ سیاسی تعلقات کی تشکیل کرتا ہے اس میں عہدہ بیان ہوا تھا کہ ایک ہزار پیدل سوار جنگی جینٹ دو سوار جنگی جینٹ سے مقرر دی تو پھر جنگی کل تعداد تمام اقسام کے اسلحہ جات کے ۱۵۰۰ آدمیوں کے قریب ہوئی ہے علاقہ کے اندر ان کی حفاظت وغیرہ کے لیے ثابت قدم رہیں گے اور یہ کہ اس فوج کی ادائیگی کے لیے دھاب کا علاقہ حوالہ کریں جس کی آمدنی تقریباً ۲۳ لاکھ تھی دونوں جماعتوں نے اس با عزت معاملہ کو اس طرح تکمیل کیا کہ نظام نے وجہی طور پر ہر کو علاقہ حیات حوالہ کر دے ہم نے پیدل فوج میں ایک ہزار سے ۵۰ تک کے امدادی کے ہر دستہ میں ۵۰ سے ۲۰ تک کے امدادی فوج کی قوت میں تخفیف کر دی ہے۔۔۔۔۔

ہماری ان فوجوں کی تعداد میں جو گزشتہ برس سے حیدر آباد کے علاقہ میں رہی ہیں وہ اس تعداد کے نسبت جس کا ہم نے شک کیا تھا۔ اس سے بڑھ کر ہے یہ نیا وہ کم رہی ہے اور انکی تنخواہ محکمہ کی محمول ہو گئی تھی اس لیے دہلی معاملات میں ہم کو بہت زیادہ منافع ہوا رہا ہے کیونکہ اگر جیسا کہ کچھ یقین ہے کہ ان حوالہ شدہ اضلاع کی آمدنی میں اضافہ ہو گیا ہے اور فوج کی تنخواہ میں (تعداد کی تخفیف سے) کئی جو گئی ہے تو نفع کا توازن، چار سے بہت زیادہ موانع ہونا چاہیے جو ستمناہی کا معاہدہ ہوا تھا تو ایک سیاسی جماعت کی شکل میں ہم تاجر سے لیکن لب ہم نے اپنا پہلا طریقہ ترک کر دیا اور ہم انہیں کو ہندوستان کا اقتدار اعلیٰ پر کار خاں لب اس معاملہ پر غائر نظر ڈالتے ہیں اور اس کے لیے زیادہ وسیع اور آزاد نگاہ اختیار کرتے ہیں اس تحیکہ کی مناسب تکمیل میں ہم کس حجت سے قابل ہو سکتے ہیں اگر یہ واقعات صحیح ہیں تو کیا ہم اس امر کے پابند نہیں کہ جو کچھ حکومت لاپس اور ہم نے اسکو پیدائش کیا ہے ہم نظام کو اس کا حابہ ہیں؟ میرا خیال ہے کہ اس موضوع میں یہ دکھانا چاہیے کہ ہم نے کافی بحث کی ہے کہ عدم استعداد کے لیے جو سامنے تھے ہوں گے وہ مقرر اور مناسب ہو گئے اور یہ کہ اس معاملہ میں اہل برادری بہت زیادہ

دالسلطنت آباد کی سینما پیشانی

جس نے تھوڑے ہی عرصے میں

اپنے نفع بخش چالو کاروبار اور کامیاب طریقہ تجارت کی بنا پر

دوسرے قدیم اور دیرینہ کمپنیوں کے مقابلہ میں اپنا پہلا اور دوسرا سالانہ منافع آٹھ فیصدی تقسیم کیا ہے اس کے دائرہ کمپرس ملک کے ممتاز مسئول اور

تجارتی ماہرین محل میں

دی مہاراجہ فوٹو بلیر انڈیا تھئیرسٹریٹس حیدر آباد دکن

بینجنگ ڈاکٹر سرس زور اوئل موتی لال سنیل

صدوقہ بٹن بلنگ سکند آباد دکن

حیدر آباد کا مشہور عالیشان بولتا سینما گھر

دکسلیرٹائزر

جس کی خانہ امارت اپنا جواب نہیں دیتی اور جو اعلیٰ درجہ کے آرام دہ فرنیچر اور دیگر آرائش سے اچھی طرح سجایا اور آراستہ کیا گیا ہے اس کی نہ صرف بیرونی خانہ و شوکت بلکہ اندرونی دکشیں و کمپریز کو دیکھ کر آپ کا دل باغ باغ ہو جائیگا

خامشوں اور ناطق فلمیں

یورپ کی اعلیٰ ترین فلم کمپنیاں ریڈیائیڈ، پیرامونٹ، میٹر گوڈن، میٹروپکس، یونیورسل، کولمبیا، ریش کمپنی لندن اور ہندوستان کی مشہور فلم کمپنیاں امپیریل، ساگر، برہمیت، کرشننا، دیو جی، فائرسٹ اور بولتے فلم دکھانے میں جو امتیاز خصوصی اس سینما گھر کو حاصل ہے وہ آج کسی اور کو نصیب نہیں رہا۔
سینا کا حقیقی لطف اٹھانا چاہتے ہیں تو فرما لیجئے۔ ”دکسلیرٹائزر“

THE OSMANIA MATCH MANUFACTURING CO.,

TELE. ADDRESS--"OMCO"
PHONE No. 749

BAKARAM,
MACHINABAD ROAD

HYDERABAD
(DECCAN)



ALWAYS

ASK

FOR



ملکی سرمایہ میں اضافہ کیجئے

ملکی صنعت کو ترقی دیجئے

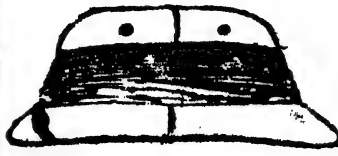
MULKI

MATCHES



عہد عثمانی کی مقبول عام ملکی صنعت
عثمانیہ میوزیکل کمپنی بکام مشیر آباد روڈ حیدر آباد دکن

اپنی حفاظت کیجئے !



گرمی کا زمانہ شروع ہو رہا ہے
وصوت سے چہرہ کو محفوظ رکھنے

کے لیے آپ کو ایک ہیٹ کی ضرورت ہے۔
تمام اقسام ماہرین میں تیار کرتے ہیں

جس کے حصول کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ پتہ ذیل پر تشہیف
لا کر اپنے لیے کوئی بہترین آرام دہ اور خوبصورت ہیٹ انتخاب کیجئے

پرفکٹ پلٹینا انڈیا ہیٹ منوفیکچرنگ کمپنی
پروپر ایڈجسٹ ایبل سیٹ

پروپر ایڈجسٹ ایبل سیٹ

اور یہی بخوبی ہے !!

لوگ اپنی جان بچانے کے لیے ایک محفوظ اور سہل
پہننے والی ہیٹ کی ضرورت ہے۔ جو ان کی طبیعت
مطابق ہو۔ اس لیے اس وقت کے لیے اس کی ضرورت
ہے۔ اس کی ضرورت ہے۔ اس کی ضرورت ہے۔

کاشمیری شہر کے ایک شخص نے ایک ہیٹ
کی ضرورت ہے۔ اس کی ضرورت ہے۔ اس کی ضرورت ہے۔

اس کے مطابق ایک ہیٹ کی ضرورت ہے۔
اس کے مطابق ایک ہیٹ کی ضرورت ہے۔

اس کے مطابق ایک ہیٹ کی ضرورت ہے۔
اس کے مطابق ایک ہیٹ کی ضرورت ہے۔

اس کے مطابق ایک ہیٹ کی ضرورت ہے۔
اس کے مطابق ایک ہیٹ کی ضرورت ہے۔

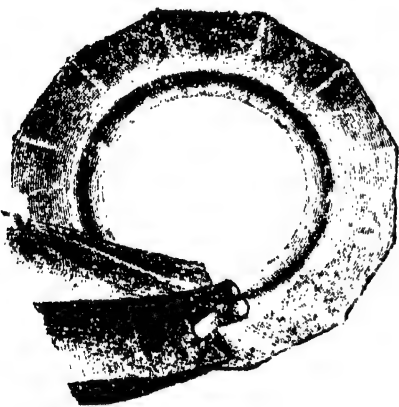
ملک کا شمار

ہو گا۔ اس کی ضرورت ہے۔

اس کی ضرورت ہے۔ اس کی ضرورت ہے۔

اس کی ضرورت ہے۔ اس کی ضرورت ہے۔

اس کی ضرورت ہے۔ اس کی ضرورت ہے۔



کوئی چیز

کہاں اچھی اور کم قیمت ملتی ہے

تمام چیزیں کثیر تعداد میں برا

تجربہ بہتر

- (۱) کچن کا تمام ضروری سامان
- (۲) خوبصورت ظروف چینی، کاغذ، الومینیم
- (۳) مختلف پیش کرکشی خوش نما چیزیں
- (۴) دہی بچوں کے لیے دلچسپ کھلونے
- (۵) کٹری اور ٹارچ لائٹ وغیرہ

کراکری انڈیا ٹوے امپورٹ (روبرو فوارہ) جمیں

پتہ اور صرفت

کی تمام اشیاء

دری کیر پائے برقی مرکی و مکان سہی خرید کر خوش اور مطمئن ہو سکتے ہیں

و تین کم سے کم منافع کے ساتھ کچا پی ہیں۔ (۳) کسی شخص کو کچا پی کے لیے دھوکہ نہیں دیا جاتا

تہا انہی زمین اصولوں پر کام کیا جاتا ہے

جہل مرحضہ مالراجنگ بڑا گڑھ پیدا دکن

مال مالیکشز

بڈا و ہوبائل انجنیز

بڈا و ہوبائل انجنیز (۱) آکسفورڈ اسٹریٹ مالٹل موٹر پارٹس

عمانیہ رینجنگ کمپنی سٹریٹ کنڈرا آباد دکن



بیمیں کس تک کے سوزاک و قرحہ کے مالوس العلاج

جو بوس چوڑی تریف مالی ولایتی اور ہندستانی آہٹاوی
دو اعلیٰ اور بلکہ کے نامور عدیل حکیموں کے اندر ڈاکٹر ملک علاج
اور درجنوں اکشن لینے کے باوجود برسوں میں بھی
ایچے نہ ہوئے تھے اور دیات ذیل سے دو سختیوں میں مبتلا ہو گئے
ایک خوراک سے جن میں کم چند روز میں سوا
تریاق سوزاک رقیق تیلیل اور ایک ہفتہ میں مرض بدر کر رہے
مقامی استمال سے چند روز میں زخم منسل
الکیر قرحہ کر کے کچی سطح معقبہ ماکتی ہے تاکہ
دوبارہ تر کئے نہ پائے مکی محنت کے لیے دونوں ایک ساتھ لانی ہیں
قیمت فی شیشی درجہ اول چھ درجہ اعلیٰ صہ روپیہ

اگر زمانہ بھر کے منگھڑت شامی طلاون برقی آگ سے

جان مال کا نقصان اٹھا کر زندہ در گور ہو تو
خود اگر طلا و شباب اور کو مفت آزمالو تاکہ
یقین ہو جائے کہ اس کا نانی نہ کوئی طلا ہے نہ برقی آگ
جو برسوں کے مالوس العلاج پر جوان کو قابل فخر جوان ہونا کر
ملف شباب دکھانا ہے آبد و شہر نہیں کرتا دینر
ہاتھ پاؤں اور لفت عصہ جم وچہ زبان کے فالج کو دور کرتا ہے
سکالت جریان داخل شربت جانفرا وجوب جریان
قیمت فی شیشی درجہ اول چھ درجہ اعلیٰ صہ اور درجہ خاص صہ
ایک خوراک سے جن میں کم چند روز میں سوا
تریاق سوزاک رقیق تیلیل اور ایک ہفتہ میں مرض بدر کر رہے
مقامی استمال سے چند روز میں زخم منسل
الکیر قرحہ کر کے کچی سطح معقبہ ماکتی ہے تاکہ دوبارہ
تر کئے نہ پائے مکی محنت کے لیے دونوں ایک ساتھ لانی ہیں

اگر زمانہ بھر کے منگھڑت شامی طلاون برقی آگ سے

جان مال کا نقصان اٹھا کر زندہ در گور ہو تو
خود اگر طلا و شباب اور کو مفت آزمالو تاکہ
یقین ہو جائے کہ اس کا نانی نہ کوئی طلا ہے نہ برقی آگ
جو برسوں کے مالوس العلاج پر جوان کو قابل فخر جوان ہونا کر
ملف شباب دکھانا ہے آبد و شہر نہیں کرتا دینر
ہاتھ پاؤں اور لفت عصہ جم وچہ زبان کے فالج کو دور کرتا ہے
سکالت جریان داخل شربت جانفرا وجوب جریان
قیمت فی شیشی درجہ اول چھ درجہ اعلیٰ صہ اور درجہ خاص صہ
ایک خوراک سے جن میں کم چند روز میں سوا
تریاق سوزاک رقیق تیلیل اور ایک ہفتہ میں مرض بدر کر رہے
مقامی استمال سے چند روز میں زخم منسل
الکیر قرحہ کر کے کچی سطح معقبہ ماکتی ہے تاکہ دوبارہ
تر کئے نہ پائے مکی محنت کے لیے دونوں ایک ساتھ لانی ہیں

نقل بقدرتی عالم
ترجمہ: ڈاکٹر جی
میں بھولا تھا (میں نے)
روزنامہ مسیح دکن کا

بیمار
بند
جوان
دیکھا
انجیر
سولہ
نہانا
علاقہ

سابق
نقصان و کمی
جوانوں میں
میں اگر آپ کو
کہ میں نے اس کو
جوانوں میں
محبوب کرتی
معلوم نہیں
میں ایک
نہایتی جناب کا

اب جس شہدہ
رستخوار عبد اللطیف
آپ کے لئے جو کو کرے
میرا بھائی دیکھال سے کو کرے لاپ

کے علاج سے غایب ہوا تو بھرل استیبل
کرایا۔ کریش پیری صاحب نے آپ کو کیا ایک ماہ تک
بہر تکلیف شروع ہوئی تب مائٹر متیو اس کے پاس
نیر علاج ہاگر غایب نہ ہوا تب ڈاکٹر نجی بخش ساد
نور العین نمبر ۵ دہر خاص سے بالکل ارام ہوا۔
رستخوار عبد الرحیم پکیری ماسٹر اٹا وکلی لاہور۔

